بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

فضائلِ قرآن مجید

رشحاتِ قلم حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے — قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا — بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں — نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز — اگر لُولُوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو — وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی — سخن میں اُسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز — تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا — زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

مالک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان - قرآن کریم نمبر
مورخہ ۲۳ شہادت ۱۳۴۹ ہش

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

—— المسیح الموعودؑ ——

چاند پر رسائی حاصل کر لینے کے بعد اب سائنسدان اس کے رازہائے سربستہ کی کھوج میں سرگرم عمل ہیں، مگر حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ چاند پر حاصل ہونے والی یہ فتح بالآخر دنیا کے لئے باعثِ رحمت بننے والی ہے یا باعث زحمت؟ سائنس کی ہمہ جہتی ترقی کے باوجود سب کو اس امر کا اعتراف ہے کہ امنِ عالم جس بڑے خطرہ سے اس وقت دوچار ہے شاید ہی اس سے بڑھ کر مہیب خطرہ دنیا کو اس سے پہلے لاحق ہؤا ہو۔ یہ ہے مادیت میں انسان کی ترقی کا معراج اور طاقتور مادی اسباب و ذرائع پر قدرت پا لینے کا ثمرہ !!

اس کے برعکس عین اس وقت جبکہ موجودہ خطرناک صورتِ حال کا ابھی نقطہ آغاز ہی تھا قادیان کی سرزمین سے ایک بندۂ خدا کی آواز کچھ اس طرح بلند ہوئی ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے — قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

⁂

اس پُر از یقین آواز میں مادی چاند سے اپنی توجہ ہٹا کر ایک دوسرے روحانی چاند کی طرف دعوتِ فکر دی گئی تھی جس سے وابستگی انسان کو دائمی اور حقیقی امن و سکون بخشتی ہے

ہو سکتا ہے کہ اُس وقت کی ناواقف دنیا اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکی ہو جو اس آواز میں مضمر تھی لیکن اب اس کا سمجھ لینا اہلِ دانش پر کچھ مشکل نہیں۔ مادی چاند پر انسان کی رسائی نے دنیا کو جس صورتِ حال سے دوچار کر دیا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ اس کے برعکس اگر امن و سکون کے متلاشی سچے دل سے روحانی چاند یعنی قرآنِ کریم کی طرف رجوع کریں اور اس کے مضمرات پر غور کریں تو ضرور ہے کہ ان کی مراد بر آئے اور وہ اس خوفناک تباہی سے بھی بچ جائیں جو اس وقت ساری دنیا کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ قرآن کریم کی اس ارفع شان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

⁂

اور قرآنِ کریم کا اپنا دعوےٰ بھی یہی ہے جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ آیت ۴) آج میں نے تمہارے فائدہ کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے

اس عظیم اور پُر شوکت دعوے کے ساتھ ذرا قرآن کریم کا حجم تو دیکھو۔ تیس پاروں کا قرآن مجید ہے جس کی کُل ۶۶۶۶ آیات ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ بعض دماغ اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہیں اس لئے قرآنِ کریم کی اس اعجازی جامعیت کو واضح کرتے ہوئے ایک اور مقام پر فرمایا :-

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (المؤمن آیت ۱-۲)

یہ کلام مجید حکیم اور علیم ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے اس لئے علیم و خبیر خدا کی ذات کیلئے دریا کو کوزہ میں بند کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ چنانچہ اس پر قرآن کریم ہی سے ایک ایسی زبردست اندرونی شہادت ملتی ہے جو آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا رنگ رکھتی ہے۔

⁂

قرآنِ کریم نوع انسان کے لئے کامل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر قرآن کریم نے سیر حاصل روشنی نہ ڈالی ہو۔ تفصیل کے لئے تو دفتر درکار ہیں مجمل جائزہ ہی اس حقیقت کو بخوبی آشکار کر سکتا ہے۔

انسان کی شخصی زندگی ہو یا ماں باپ بہن بھائی بیوی بچے اور دوسرے رشتہ داروں سے مل کر اس کی عائلی زندگی، پھر اجتماعی یا تمدنی زندگی ہو۔ اقتصادیات کا مسئلہ ہو یا معاشیات کا پیچیدہ باتوں کا بیان ہو یا تاریخ اقوام کی باریکیاں - اخلاقیات کے پُر شکوہ اصول کا بیان ہو - یا

اخبارِ احمدیہ

قادیان - ۱۲ شہادت (اپریل) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا سفر مغربی افریقہ شروع ہو چکا ہے جس کی موصولہ اطلاعات اسی پرچہ میں دی جا رہی ہیں۔ احباب حضور انور کے اس تبلیغی سفر کے ہر طرح کامیاب ہونے کے لئے اور حضور کی بخیریت مراجعت کیلئے متواتر دعائیں جاری رکھیں۔

ربوہ - حضور انور نے ربوہ سے روانگی پر محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو امیر مقامی اور محترم مولانا نذیر احمد صاحب لائلپوری کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا۔

قادیان - ۱۲ شہادت - محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالےٰ بخیریت ہیں۔ الحمد للہ۔

روحانیت کے دقیق مسائل کی تفصیل - اقوام و ملل کے عروج و زوال کی عبرت انگیز حقیقتیں ہوں، یا مبداء و معاد کی تفصیلات - ایک ایک پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

⁂

بایں ہمہ علمِ انسانی کو جامد نہیں بنا دیا گیا کہ ایک مقام تک پہنچ کر آگے دروازہ بند ہو۔ نہیں بلکہ قرآنِ کریم بار بار اپنے قاری کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ عقل و فکر سے کام لو مشاہدہ اور تجربہ کو بڑھاؤ۔ اور خدا کی وسیع قدرتوں سے اپنے اپنے ظرف بھرتے جاؤ۔ جتنا لوگے اس سے زیادہ اور پاؤ گے ایک مثال سے اس حقیقت کو واضح کیا اور فرمایا :-

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم آیت ۲۵-۲۶)

کلمہ طیبہ یعنی قرآنِ مجید کی مثال شجرۂ طیبہ کی ہے جس کی جڑھ مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس کی ہر ایک شاخ آسمان کی بلندی میں پہنچی ہوتی ہے وہ ہر وقت اپنے رب کے اذن سے اپنا تازہ پھل دیتا ہے۔

دیکھا آپ نے سدا بہار درخت کی مثال دے کر قرآن کریم کی جاری و ساری تاثیرات عظیمہ کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ ان روحانی وجودوں کے ثمرات ہیں جو اس کلامِ مجید کے ساتھ تعلق پیدا کر کے خدا کے مقرب بنتے اور اس سے تازہ بتازہ مکالمہ و مخاطبہ کا شرف پاتے ہیں ایک اور مقام پر فرمایا :-

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل آیت ۹۰)

ہم نے تم پر ایسی عظیم الشان کتاب نازل کی ہے جو انسان کی ضرورت کی ہر شئے کو پوری وضاحت سے بیان کرتی اور مومنوں کے لئے سراسر ہدایت اور بشارت ہے۔

اسی طرح فرمایا :-

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام آیت ۳۹)

ہم نے اس کامل کتاب میں کسی نوع کی کمی نہیں رہنے دی ہر ضروری بات کا بیان بتمام و کمال اس میں آگیا ہے۔

⁂

پھر جس طور پر قرآنِ کریم کی حفاظتِ لفظی و معنوی کی گئی ہے دنیا میں موجود کسی دوسری مذہبی کتاب کو ایسی امتیازی شان مطلقاً حاصل نہیں۔ فی زمانہ خود یورپ کے محققین کو واضح اقرار کرنا پڑا ہے کہ جو قرآن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بغیر کسی زیر و زبر کی کمی بیشی کے آج بھی ہو بہو ہمارے پاس محفوظ و مصئون ہے۔ جس صورت میں کہ تمام دوسری مذہبی کتابیں زمانہ کی دستبرد سے بچ نہ سکیں اور ان میں تغیر و تبدل کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لحاظ سے قرآن کریم ایک بڑا معجزہ ہے جو اس کی شان کو چار چاند لگاتا ہے۔

⁂

مذہب کی تمام تر غرض و غایت خدا شناسی ہے۔ اس پہلو سے بھی قرآن کریم ایک بے نظیر کتاب ہے

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے — بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

جس طور پر عقلی نقلی واقعاتی اور مشاہداتی دلائل و براہین سے اس کتاب عزیز نے خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت بہم پہنچائے ہیں وہ اسی پیاری کتاب کا ہی حق ہے۔ اس کے ایک ایک صفحہ سے حق تعالےٰ کی معرفت کے دریا جاری ہیں اور نور کی کرنیں نظروں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ حتیٰ کہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا ہے۔

پھر طرہ یہ کہ قرآنی تعلیمات جہاں جامع و اکمل ترین ہیں وہاں نہایت سادہ سہل العمل اور ہر طبقۂ انسانی اور ہر خطۂ ارضی کے باشندوں کے لئے برابر قابلِ عمل ہیں (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

قرآنِ حکیم ...... اپنے آئینے میں

مرتبہ: مکرم خورشید احمد انور

قرآن حکیم کی شان و عظمت اور فضیلت و برتری کا بیان و اظہار ایک ایسا وسیع اور بے پایاں مضمون ہے جس پر متواتر چودہ سو سال سے خامہ فرسائی ہوتی رہی ہے اور قیامت تک اہل علم اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق اس کی تشریح و توضیح کرتے رہیں گے قطع نظر اس سے کہ قرآن پاک کے رفیع الشان منصب و مقام کو کس نے کس انداز میں پیش کیا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ خود قرآن کریم نے اپنی عظمت و رفعت اور عظیم الشان مرتبہ و مقام سے متعلق کن الفاظ میں اور کیا کیا دعاوی فرمائے ہیں۔ اسی استفسار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درجِ ذیل آیاتِ قرآنیہ کو ترتیب دیا گیا ہے۔ اس اُمید پر کہ یہ ذخیرہ قارئین بدر کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب اور مفید علم ثابت ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ——— ایڈیٹر۔

قرآن کریم الٰہی کلام ہے

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۝ (سورۃ نساء: ۸۳)

ترجمہ:- پس کیا وہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اور (نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ یونس آیت ۳۸)

ترجمہ:- اور اس قرآن کا اللہ کے سوا (کسی اور) کی طرف سے جھوٹے طور پر بنا لیا جانا (ممکن ہی) نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ (تو) اس (کلامِ الٰہی) کی تصدیق (کرتا) ہے جو اس سے پہلے موجود ہے۔ اور کتاب (الٰہی میں جو جو کچھ پایا جانا چاہیئے اس) کی تفصیل (بیان) کرتا ہے اور) اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ اعراف آیت ۵۲)

ترجمہ:- اور ہم نے ان کو ایک عظیم الشان کتاب دی جسے ہم نے علم کی بناء پر کھول کر بیان کیا ہے۔ (اس حال میں کہ) وہ مومن لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۝ (سورۃ طٰہٰ آیت ۵)

ترجمہ:- (قرآن) اُس (خدا) کی طرف سے اُتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ (سورہ حٰم سجدہ آیت ۲)

ترجمہ:- یہ (قرآن) بے انتہا رحم کرنے والے اور بار بار کرم کرنے والے (خدا) کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ (سورۃ رحمٰن آیت ۲/۳)

ترجمہ:- (وہ) رحمٰن (خدا) ہی ہے جس نے قرآن سکھایا ہے۔

نزولِ قرآن مجید کے اہم بالشان اغراض و مقاصد

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۝ (سورۃ انعام آیت ۲۰)

ترجمہ:- اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے ذریعہ سے ہوشیار کر دوں اور اُن (سب) کو بھی جن تک یہ قرآن پہنچے۔

وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَھُمْ ذِکْرًا ۝ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴)

ترجمہ:- اور اسی طرح ہم نے اس (کتاب) کو عربی زبان کے قرآن کی صورت میں اُتارا ہے۔ اور اس میں ہر قسم کے انذار کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ یا (یہ قرآن) ان کے لئے (خدا کی) یاد کا سامان (نئے سرے سے) پیدا کرے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (سورۃ مائدہ آیت ۱۶/۱۷)

ترجمہ:- (ہاں) تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آچکی ہے۔ اللہ اس کے ذریعہ سے اُن لوگوں کو جو اس کی رضا (کی راہ) پر چلتے ہیں سلامتی کی راہوں پر چلاتا ہے۔ اور اپنے حکم سے انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال کرلے جاتا ہے۔ اور سیدھے راستہ کیطرف راہنمائی کرتا ہے۔

کَلَّآ اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ ۝ (سورۃ مدثر آیت ۵۵/۵۶)

ترجمہ:- سنو! یہ کلام ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

وَاِنَّہٗ لَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۃ نمل آیت: ۷۸)

ترجمہ:- اور وہ (قرآن کریم) ضرور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

نزولِ قرآن پاک کی بابرکت ساعت

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ (سورہ قصص آیت)

ترجمہ:- ہم نے اس (قرآن کریم) کو ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے کیونکہ ہم گمراہوں کو ہمیشہ سے ہوشیار کرتے آئے ہیں۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۶)

ترجمہ:- رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے۔ اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ (سورہ قدر آیت ۲)

ترجمہ:- ہم نے یقیناً اس (قرآن) کو ایک (عظیم الشان) تقدیر والی رات میں اتارا ہے۔

قرآن کریم کا بابرکت نزول

نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ (سورۃ شعراء آیت ۱۹۴/۱۹۵)

ترجمہ:- اور یقیناً اس کو (قرآن کریم) کو لیکر ایک امانت دار کلام بردار فرشتہ (جبرئیل) تیرے دل پر اُترا ہے۔

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ (سورۃ نساء آیت ۱۶۴)

ترجمہ:- جس طرح ہم نے نوح اور اس کے بعد دوسرے انبیاء پر وحی نازل کی تھی یقیناً تجھ پر بھی ہم نے ویسی ہی وحی نازل کی ہے۔

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۝ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ ۝ (سورۃ عبس آیت ۱۴/۱۵)

ترجمہ:- یہ (قرآن ایسے) صحیفوں میں ہے (جو) عزت والے، بلند شان اور پاک ہیں۔

عظمتِ قرآن پاک

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۛ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ (سورۃ بقرہ آیت ۱)

ترجمہ:- یہی کامل کتاب ہے۔ اس (امر) میں کوئی شک نہیں۔ متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۱)

ترجمہ:- ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی کے سامان ہیں۔ کیا تم عقل نہیں کرتے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝ (سورۃ الذاریات آیت ۲۴)

ترجمہ:- سو آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم (کہ جب یہ باتیں پوری ہونگی تو پتہ لگ جائیگا) یہ (قرآن) اسی طرح ایک حقیقت ہے جس طرح تمہارا باتیں کرنا۔

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ۝ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ۝ لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ واقعہ آیت ۷۷، ۷۸، ۷۹)

ترجمہ:- یقیناً یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے اور ایک چھپی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ اس (قرآن) کی حقیقت کو وہی لوگ پاتے ہیں جو مطہر ہوتے ہیں، اس کا اترنا رب العٰلمین خدا کی طرف سے ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ (سورۃ نساء آیت ۱۷۵)

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک کھلی دلیل آچکی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف (نہایت) روشن نور اتارا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ (سورہ حجر آیت ۸۸)

ترجمہ:- اور ہم نے یقیناً تجھے سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور بہت بڑی عظمت والا قرآن دیا ہے۔

فضائلِ قرآن پاک

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ حجر آیت ۱۰)

ترجمہ :— اس ذکر (یعنی قرآن) کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰)

ترجمہ :— یہ قرآن یقیناً اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ درست ہے اور مومنوں کو بشارت دیتا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ (سورہ قمر آیت ۱۸)

ترجمہ :— ہم نے قرآن کو عمل کیلئے آسان بنایا ہے۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعٰلَمِينَ ۝ (سورہ صٓ آیت ۸۷)

ترجمہ :— یہ (قرآن) تو سب جہانوں کے لئے ایک نصیحت کی کتاب ہے۔

رَسُولٌ مِنَ اللّٰهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البینۃ: ۳/۴)

ترجمہ :— اللہ کی طرف سے آنیوالا ایک رسول جو (نہیں ایسے) پاکیزہ صحیفے پڑھ کر سناتا ہے جن میں قائم رہنے والے احکام ہیں۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝ (سورۃ مائدہ آیت ۴)

ترجمہ :— آج میں نے تمہارے (فائدہ کے) لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا ہے۔ اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ (سورۃ حٰمٓ سجدہ آیت ۴۳)

ترجمہ :— باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے۔ بڑی حکمتوں والے اور بڑی تعریفوں والے خدا کی طرف سے وہ اُترا ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝ (سورہ بروج آیت ۲۲/۲۳)

ترجمہ :— (اس کے علاوہ) یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ (کلام جو مذکورہ اُمور کی خبر دے رہا ہے) ایک بزرگ کلام ہے اور ہر جگہ اور ہر زمانہ میں پڑھا جانیوالا ہے (مزید کمال یہ کہ) وہ لوح محفوظ میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۝ (کہف: ۲)

ترجمہ :— ہر تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جس نے یہ کتاب اپنے بندے پر اُتاری ہے۔ اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔

قرآن مجید کی عظیم الشان تاثیرات

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ (سورہ انفال آیت ۲)

ترجمہ :— مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اُن کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ اُن کے ایمان کو بڑھا دیں۔ نیز مومن وہ ہیں جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۳)

ترجمہ :— اور ہم قرآن میں سے آہستہ آہستہ وہ (تعلیم) اتار رہے ہیں جو مومنوں کے لئے (تو) شفاء اور رحمت (کا موجب) اور ظالموں کو صرف خسارہ میں بڑھاتی ہے۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط (سورۃ حشر آیت ۲۲)

ترجمہ :— اگر یہ قرآن ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تُو اسے دیکھتا کہ وہ (ادب سے) جھک جاتا اور اللہ کے ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۲)

ترجمہ :— اور سب لوگوں سے کہہ دے (کہ بس اب) حق آگیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے اور باطل تو ہے ہی بھاگ جانے والا۔

قرآن مجید کی اعجازی حیثیت

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (سورہ یونس آیت ۳۹)

ترجمہ :— کیا وہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے (قرآن مجید) کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو انہیں کہہ کہ اگر تم اس بیان میں سچے ہو تو اس کی سورتوں جیسی کوئی ایک ہی سورۃ لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کسی کو بھی بلانے کی تمہیں طاقت ہو اپنی مدد کے لئے بُلا لو۔

علوم قرآنی سے مشرف علماء کی فضیلت

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ (سورۃ زمر آیت ۱۰)

ترجمہ :— تو کہہ دے کیا (قرآنی) علم رکھنے والے لوگ اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو صرف عقلمند لوگ حاصل کیا کرتے ہیں۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ط إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝ (سورۃ فاطر آیت ۲۹)

ترجمہ :— اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اس سے ڈرتے ہیں۔ اللہ بڑا غالب اور بخشنے والا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط (سورہ مجادلہ آیت ۱۲)

ترجمہ :— اللہ اُن کو جو مومن ہیں اور علم حقیقی رکھنے والے ہیں درجات میں بڑھا دے گا۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کی اہمیت

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۔ (سورۃ مزمل آیت ۲۱)

ترجمہ :— پس چاہیئے کہ قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھا کرو۔

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸)

ترجمہ :— صبح کے وقت (قرآن) کا پڑھنا یقیناً (اللہ کے حضور میں ایک) مقبول عمل ہے۔

قرآنی تعلیمات پر کاربند ہونے کی تلقین

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (بقرہ آیت ۶۴)

ترجمہ :— اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا۔ پکڑو اس کو پوری قوت کے ساتھ جو ہم نے تمہیں دیا۔ اور اسے یاد کرو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ط (اعراف ۴)

ترجمہ :— جو کلام تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو۔ اور اس خدا کے سوا (جو تمہارے خیال میں) دوسرے کارساز ہیں ان کی اتباع نہ کرو۔

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (سورۃ انعام آیت ۱۵۶)

ترجمہ :— اور یہ (قرآن) ایسی کتاب ہے جسے ہم نے اُتارا ہے۔ اور یہ برکت والی ہے۔ پس اس کی پیروی کرو۔

قرآن مجید کے تئیں ادب و احترام

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (سورہ اعراف ۲۰۵)

ترجمہ :— اور (اے لوگو!) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سُنا کرو اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ (سورۃ النحل آیت ۹۸)

ترجمہ :— (اے مخاطب!) جب تو قرآن کریم پڑھنے لگے تو دھتکارے ہوئے شیطان (کے شر) سے (محفوظ رہنے کے لئے) اللہ کی پناہ مانگ (لیا کر)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ (سورۃ علق آیت ۲)

ترجمہ :— اپنے رب کا نام لیکر پڑھ جس نے (سب اشیاء کو) پیدا کیا ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (سورۃ مزمل آیت ۴)

ترجمہ :— اور قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا کر۔

آخری زمانہ میں قرآنی تعلیمات سے پہلوتہی کی پیشگوئی

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ (سورۃ فرقان آیت ۳۱)

ترجمہ :— اور رسول نے کہا اے میرے رب! میری قوم نے تو اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔

علوم قرآنی کے حصول کے لئے قرآنی دعا

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۵)

ترجمہ :— اور مجملاً یہ کہتا رہ کہ اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا۔

دِل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے (حضرت مسیح موعودؑ)

اَے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند (حضرت مسیح موعودؑ)

قرآن پاک کی عظمت و رفعت

ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں

مرتبہ نائب مدیر

قرآن کریم خدائے رحمٰن کی طرف سے نازل ہونے والا آخری اور عالمگیر قانون ہے۔ جبکہ مہبطِ وحیٔ قرآن یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس و رُوح پرور کلمات اس کی تشریح توضیح۔ آئیے! دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے قرآن کریم کی عظمت ورفعت کو کن جامع اور رُوح پرور الفاظ میں واضح فرمایا ہے.....؟

——— (ایڈیٹر)

قرآن پاک کی عظمت و رفعت

عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا. كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ. (مؤطا امام مالک)

ترجمہ:— امام مالکؒ کہتے ہیں انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں دو باتیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم ان پر مضبوطی سے قائم رہوگے تم گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری سنّتِ نبویؐ ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ. فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ. وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا يَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ. هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ. مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (جامع ترمذی)

ترجمہ:— حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ فرماتے تھے خبردار! میرے بعد فتنہ ہوگا میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! اس سے بچنے کا کیا طریق ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی کتاب، جس میں پہلی اور آئندہ کی سب خبریں درج ہیں اور تمہارے معاملات کا فیصلہ ہے اور یہ کتاب فیصلہ کرنے والی ہے معمولی اور بے فائدہ نہیں ہے۔ جس شخص نے اُسے کسی ظالم انسان کے خوف سے چھوڑا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ اور جس نے اس کے سوا کسی اور چیز سے ہدایت چاہی اللہ اُسے گمراہ کریگا اور یہ خدا کی طرف سے نصیحت ہے۔ اور یہ سیدھا راستہ ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس سے خواہشات ٹیڑھی نہیں ہوتیں۔ اور زبانیں شک میں نہیں پڑتیں اور علماء اس سے سیر نہیں ہوتے اور یہ کثرتِ استعمال سے پُرانی نہیں ہوتی۔ اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جب اسے قوم کے سرداروں نے سُنا تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ جس نے اسے اپنی زبان پر جاری کیا اس نے سچائی کو حاصل کیا۔ اور جس نے اس پر عمل کیا اس نے انصاف کو پالیا۔ اور جس نے اس کی طرف کسی کو بُلایا وہ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کیا گیا۔

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ بَعْدَ التَّشَهُّدِ: اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَحْسَنَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ. (مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ:— حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھنے کے بعد ایک خطبہ میں فرمایا، سب سے بہتر کلام اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر شریعت، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت ہے۔

تمام عزتوں کا سرچشمہ قرآن کریم ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ. (مسلم)

ترجمہ:— حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالےٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سی اقوام کو عزت و رفعت عطا کرتا ہے (اور اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں) بہت سی قوموں کو ذلت و پستی میں مبتلا کرتا ہے۔

قرآن کریم کو پڑھنے پڑھانے کی فضیلت

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ. (جامع ترمذی)

ترجمہ:— حضرت علی ابن ابی طالبؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس نے قرآن مجید کو سیکھا اور پھر اُسے دوسروں کو سکھلایا۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ. وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ. وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ. (صحیح مسلم)

ترجمہ:— حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مومن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے نارنگی کی طرح ہے اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے اور مزا بھی عمدہ ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے اس کی خوشبو تو نہیں ہے اور مزا میٹھا ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے نیاز بو کی طرح ہے۔ اس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر مزا کڑوا ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا تمے (اندرائن) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی کوئی نہیں اور مزا بھی کڑوا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ. (جامع ترمذی)

ترجمہ:— حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ بھی حصہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ. (صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ:— حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کریم کو پڑھتا ہو اس حالت میں کہ اسے اس پر مہارت حاصل ہو وہ قیامت کے دن معزز اور فرمانبردار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہے اور وہ اس میں اٹکتا ہے اور اس کا پڑھنا اس پر دشوار ہے اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔

حاملینِ قرآن کا رفیع الشان مرتبہ و مقام

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا (مسلم)

ترجمہ:— حضرت نواس بن سمعانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا آپ فرمارہے تھے کہ قیامت کے روز قرآن کو بھی طلب کیا جائیگا اور ان قرآن والوں کو بھی جو اس قرآن پر دنیا میں عمل کیا کرتے تھے۔ لیکن قرآن سے پیش پیش سُورۃ بقرہ اور سورۃ آلِ عمران ہوں گی۔ اور یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جواب دہی کریں گی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا. (ابو داؤد)

ترجمہ:— حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) قرآن پڑھنے والے شخص سے کہا جائیگا کہ قرآن کریم پڑھ اور جنت کی منازل پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دُنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ اس لئے کہ جنت میں تیرا مقام آخری آیت کے ختم پر ہوگا جس کو تو پڑھ رہا ہے۔

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا چاہیئے

عَنْ بَشِيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

سَلَّمَ قَالَ : مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَيْسَ مِنَّا ۔ (ابو داؤد)

ترجمہ :— حضرت بشیر ابن المنذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید خوش الحانی کے ساتھ اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم يَقُوْلُ : مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْئٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :— حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو سُننے کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتا جتنا اس خوش آواز نبی کے قرآن سُننے کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :— حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر (سُروں) میں سے ایک مزمار (سُر) عطا کی گئی ہے (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی آواز نہایت سُریلی تھی اور وہ انتہائی خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسلئے حضور نے انہیں یہ فرمایا)

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِی الْعِشَاءِ "بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ" فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :— حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء (کی نماز) میں "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ" پڑھتے ہوئے سُنی۔ سو میں نے کسی کو آپؐ سے زیادہ اچھی آواز سے پڑھنے والا نہیں سُنا ہے۔

حفظِ قرآن پاک کیلئے تعاہد کیساتھ تلاوت کرنے کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا ۔ (مسلم و بخاری)

ترجمہ :— حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی خبر گیری کرو۔ (یعنی اس کی تلاوت کرتے رہو۔) پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ سینے سے بہت جلد نکل جاتا ہے بہ نسبت نکل جانے اُونٹ کے اپنی رسی سے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :— حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حافظِ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اُونٹ جیسی ہے کہ اگر (مالک) اس کی خبر گیری رکھتا ہے تو بندھا رہتا ہے۔ اور اگر اس کو چھوڑ دیتا ہے تو چلا جاتا ہے۔

کثرت کیساتھ تلاوتِ قرآن کریم کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهٖ ۔ (مسلم)

ترجمہ :— حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرما رہے تھے کہ قرآن کریم پڑھا کرو اس لئے کہ یہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کے لئے شفیع بن کر آئے گا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :— حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا دو ہی چیزیں قابل رشک ہیں۔ ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم [illegible] دن رات کے گوشوں میں اس کی تلاوت کرتا ہے۔ اور دوسرا [illegible] جس کو اللہ نے مال کی نعمت سے نوازا اور وہ دن رات کے لمحات میں اس [illegible] خرچ کرتا [illegible]

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ "الٓمّٓ" حَرْفٌ وَلٰكِنْ "اَلِفٌ" حَرْفٌ وَ "لَامٌ" حَرْفٌ وَ "مِيْمٌ" حَرْفٌ ۔ (جامع ترمذی)

ترجمہ :— حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف بھی پڑھا اس کے لئے نیکی ہوگی۔ اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ "الٓمّٓ" ایک حرف ہے بلکہ "الف" ایک حرف ہے۔ "لام" ایک حرف ہے اور "میم" ایک حرف ہے۔

قرآن کا کثرت سے پڑھنا قلبی سکینت کا موجب ہے

عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهٗ فَرَسٌ مَرْبُوْطَةٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ مِنْهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ ۔ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :— حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (نوافل میں) سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے پاس اس کا گھوڑا دو رسیوں سے بندھا تھا۔ تو اس گھوڑے پر ایک ابر چھا گیا اور گھوڑے سے قریب ہوا۔ گھوڑے نے اس کو دیکھ کر اچھلنا اور کودنا شروع کیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے یہ چیز بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سکینت تھی جو قرآن (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ۔ (مسلم)

ترجمہ :— حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مومنوں کی کوئی جماعت اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرتی ہے اور وہ آپس میں اس کا درس دیتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی سکینت نازل ہوتی اور اُن کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ اور فرشتے اُن پر اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں۔ اور اللہ اُن لوگوں کا اُن شخصوں میں ذکر کرتا ہے جو اس کے قریب ہیں۔

تلاوتِ کلامِ پاک محبت و خشیتِ الٰہی کا موجب ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِقْرَاْ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ ۔ قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ : اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ : "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا" ۔ قَالَ : "حَسْبُكَ الْاٰنَ" ۔ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ، فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ۔ (بخاری)

ترجمہ :— حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا قرآن مجید سناؤ۔ میں نے حیران ہو کر عرض کیا، حضور! میں آپ کو قرآن سُناؤں؟ حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا، دوسرے سے قرآن مجید سُننا مجھے اچھا لگتا ہے۔ تب میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا کہ "کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر تجھے گواہ بنائیں گے"۔ آپؐ نے فرمایا بس کر دو۔ تلاوت ختم کر کے جب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

خَيْرُكُمْ مَنْ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَتَعَلَّمَهٗ

(حدیث نبویؐ)

اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قرآنِ کریم کا رفیع الشان مرتبہ و مقام

مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی نظر میں

خدائے ذوالعرش کے پاک کلام کی تعریف و توصیف ـــ اور وہ بھی اس کے ایک محبوب بندے کی زبان سے ـــ اہلِ مومنین کے قلوب کو ایک نئی ایمانی تازگی اور روحانی جلا بخشتی ہے۔ قرآنِ عظیم کے عاشقِ حقیقی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سرچشمۂ ہدایت و روحانیت کی عظمت و شان کو کن روح پرور الفاظ میں قلمبند فرمایا اس کا کسی قدر اندازہ حضورؑ کے ان اقتباسات سے کیا جا سکتا ہے جو بمصداق "مشتے نمونہ از خروارے" ذیل میں نقل کئے گئے ہیں :۔

ایڈیٹر

قرآن مجید غیر محدود معارف کا مجموعہ ہے

"یقیناً یاد رکھو کہ قرآنِ شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعوےٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی صداقت نہیں نکال سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔" (ازالۂ اوہام حصہ اول صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۱)

قرآن پاک مکمل شریعت ہے

"یہ فخر قرآنِ مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قوٰے کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اسلئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو" (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

"قرآن کریم کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسان کی کوئی ایسی دینی ضرورت نہیں جس کا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنایا ہو۔" (الحکم ۲۸ر فروری ۱۹۰۳ء)

قرآن کریم تمام کتبِ الہامی سے اعلیٰ و افضل ہے

"وہ امتیازی نشان کہ جو الہامی کتاب کی شناخت کے لیے عقلِ سلیم نے قرار دیا ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآنِ شریف میں پایا جاتا ہے اور اس زمانے میں وہ تمام خوبیاں جو خدا کی کتاب میں امتیازی نشان کے طور پر ہونی چاہئیں دوسری کتابوں میں قطعاً مفقود ہیں"
(مضمون جلسہ لاہور منسلکہ چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲)

"بیشک باعتبارِ نفسِ الہام کے سب کتابیں مساوی ہیں مگر باعتبارِ زیادتِ بیان اور تکمیلِ دین کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ پس اس جہت سے قرآن شریف کو سب کتابوں پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ جس قدر قرآنِ شریف میں امورِ تکمیلِ دین کے جیسے مسائلِ توحید اور مخالفتِ انواع و اقسامِ شرک اور معالجاتِ امراضِ روحانی اور دلائلِ ابطالِ مذاہبِ باطلہ اور براہینِ اثباتِ عقائدِ حقہ وغیرہ بکمال شد و مد بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں درج نہیں ۔"
(براہینِ احمدیہ صفحہ ۱۸۷ حاشیہ نمبر ۱)

"وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور درد سر تشکک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصولِ صحیحہ مع ان کے دلائلِ عقلیہ کے معلوم ہو جائیں۔ اور یقینِ کامل سے معلوم ہوں وہ قرآنِ شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ کہ جس سے یہ مقصدِ اعظم ہمارا پورا ہو سکے۔"
(براہین احمدیہ صفحہ ۷۷)

قرآنِ مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں

"اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

"تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔" (کشتیٔ نوح صفحہ ۲۴)

"قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا" (چشمۂ معرفت صفحہ ۸۲)

قرآن کریم خدا نما کلام ہے

ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے۔ قرآن سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔" (کتاب البریہ صفحہ ۶۵)

"وہ کتاب جو ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہے وہ قرآنِ شریف ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور وہ خدا جو نہایت نہاں در نہاں ہے اس کی پیروی سے آخر کار اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ قادر جس کی قدرتوں کو غیر قومیں نہیں جانتیں قرآن کی پیروی کرنے والے انسان کو خدا خود دکھا دیتا ہے اور عالمِ ملکوت کا اس کو سیر کراتا ہے اور اپنے انا الموجود ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اس کو خبر دیتا ہے"
(چشمۂ معرفت صفحہ ۲۹۱)

قرآن شریف ایک اعجازی حیثیت کا حامل ہے

"قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ وہ نہ اوّل مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۷)

"قرآنِ شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہین قاطعہ اصولِ حقہ کے مع دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حد ذاتہا ایسے ہیں کہ قوائے بشریہ ان کو بہیئتِ مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لئے بطورِ خود سبقت نہیں کر سکتی کیونکہ پہلے زمانوں پر نظر استقرائی ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا"
(براہین احمدیہ صفحہ ۵۴۹)

"قرآنِ شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اس حد تک پہنچا ہوا ہے جس کے پہنچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے۔ اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریمؐ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اسلام کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے۔ جو اب بھی ایسا ہی تازہ بتازہ موجود ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھا۔ اور اب بھی مخالفوں کو ایسا لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسا وہ پہلے کرتا تھا" (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴۳)

قرآنِ کریم اپنی شان و رفعت کا خود مدعی ہے

"قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں، اپنی حکمتوں، اپنی صداقتوں، اپنی بلاغتوں، اپنے لطائف و نکات، اپنے انوارِ روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے"
(براہینِ احمدیہ صفحہ ۳۶۰ حاشیہ نمبر ۲)

"جس حالت میں تیرہ سو برس سے قرآن بآواز بلند دعوے کر رہا ہے کہ تمام دینی صداقتیں اس میں بھری ہوئی ہیں تو پھر یہ کیسا خبثِ طینت ہے کہ مقابلہ کے بغیر ہی عالیشان کتاب کو ناقص خیال کیا جائے اور یہ کس قسم کا مکابرہ ہے کہ نہ قرآن شریف کے بیان کو قبول کریں اور نہ اس کے دعوے کو توڑ کر دکھائیں۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۱ حاشیہ نمبر ۱)

اپنی جماعت کو نصیحت و تلقین

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے کوئی بھی تمہاری ایسی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں نجات دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت و ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی ہے۔ یہ بہت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"
(کشتی نوح صفحہ ۳۶-۳۷)

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔"
(کشتی نوح صفحہ ۱۳ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

قرآن حکیم نے گمشدہ وحدانیت کو دوبارہ قائم کیا

"قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے۔ بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ دنیا میں نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔ سو شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین سے گم ہو گئی تھی دوبارہ قائم ہو گئی۔"
(تحفۂ قیصریہ)

قرآن کریم عالمگیر شریعت کا حامل ہے

"قرآن سے پہلے سب کتابیں مختص القوم کہلاتی تھیں۔ یعنی صرف ایک قوم کے لئے آئی تھیں چنانچہ شامی، فارسی، ہندی، چینی، مصری، رومی یہ سب قومیں تھیں جن کے لئے جو کتابیں یا رسول آئے وہ صرف اپنی قوم تک محدود تھے۔ دوسری قوم سے ان کو کچھ تعلق اور واسطہ نہ تھا۔ مگر سب کے بعد قرآن شریف آیا جو ایک عالمگیر کتاب ہے۔ اور کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف ایک ایسی امت کے لئے آیا جو آہستہ آہستہ ایک ہی قوم بننا چاہتی تھی سو اب زمانہ کے لئے ایسے سامان میسر آگئے ہیں جو مختلف قوموں کو وحدت کا رنگ بخشتے جاتے ہیں"
(چشمۂ معرفت صفحہ ۶۶-۶۹)

قرآن مجید کا ایک احسانِ عظیم

"قرآن شریف جس کی تاثیریں ہمارے ائمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں نازل نہ ہوا ہوتا تو ہمارے لئے یہ امر بڑا ہی مشکل ہوتا کہ ہم صرف بائیبل کے دیکھنے سے یقینی طور پر شناخت کر سکتے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے گزشتہ نبی فی الحقیقت اسی پاک اور مقدس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطف خاص سے اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے یہ ہم کو قرآن مجید کا احسان ماننا چاہیئے جس نے اپنی روشنی ہر زمانہ میں آپ دکھائی۔ اور پھر اس کامل روشنی سے گزشتہ نبیوں کی صداقتیں بھی ہم پر ظاہر کر دیں۔ اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدم سے لیکر مسیح تک ان تمام نبیوں پر ہے کہ جو قرآن شریف سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک رسول اس عالیشان کا ممنون منت ہے جس کو خدا نے وہ کامل اور مقدس کتاب عنایت کی جس کی کامل تاثیروں کی برکت سے سب صداقتیں ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔"
(براہین احمدیہ صفحہ ۲۶)

نجات اور دائمی خوشحالی کا مدار قرآن شریف کی پیروی پر ہے

... قرآن شریف کی پیروی ... ہے ... انسان کی نجات اور دائمی ... کے لئے ...

... کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش! جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں ......

... یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں۔ یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔"
(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۸-۱۲۹)

طبِ روحانی اور طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیہ میں تطبیق

"قرآنِ شریف ایک ایسی پُر حکمت کتاب ہے جس نے طبِ روحانی کے قواعدِ کلیہ کو یعنی دین کے اصول کو جو دراصل طبِ روحانی ہے طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیہ کے ساتھ تطبیق دی ہے اور یہ تطبیق ایک ایسی لطیف ہے جو صدہا معارف اور حقائق کے کھلنے کا دروازہ ہے اور سچی اور کامل تفسیر قرآنِ شریف کی وہی شخص کر سکتا ہے جو طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیہ پیشِ نظر رکھ کر قرآنِ شریف کے بیان کردہ قواعد پر نظر ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں جو طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیہ اور اصولِ علمیہ اور ستۂ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیبِ حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی۔ اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیرِ قرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔ اور جب میں نے ان کتابوں کو پیشِ نظر رکھ کر جو طبِ جسمانی کی کتابیں تھیں قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآنِ شریف میں موجود پائیں"
(چشمۂ معرفت صفحہ ۹۴-۹۵)

قرآنِ کریم اعلیٰ و اکمل تعلیم کا حامل ہے

"جو کتاب ابتدائے آفرینش کے وقت آئی ہو گی اس کی نسبت عقل قطعی طور پر تجویز کرتی ہے کہ وہ کامل کتاب نہیں ہو گی بلکہ وہ صرف اس استاد کی طرح ہو گی جو ابجد خواں بچوں کو تعلیم دیتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسی ابتدائی تعلیم میں بہت لیاقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں جس زمانہ میں انسانی تجربہ نے ترقی کی اور نیز نوعِ انسان کئی قسم کی غلطیوں میں پڑ گئی تب باریک تعلیم کی حاجت پڑی بالخصوص جب گمراہی کی تاریکی دنیا میں بہت پھیل گئی اور انسانی نفوس کئی قسم کی علمی اور عملی ضلالت میں مبتلا ہو گئے تب ایک اعلیٰ اور اکمل تعلیم کی حاجت پڑی اور وہ قرآن شریف ہے لیکن ابتدائے زمانہ کی کتاب کے لئے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ابھی انسانی نفوس سادہ تھے اور ہنوز ان میں کوئی ظلمت اور ضلالت جاگزیں نہیں ہوئی تھی۔ ہاں اس کتاب کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت تھی جو انتہا درجہ کی ضلالت کے وقت ظاہر ہوئی۔ اور ان لوگوں کی اصلاح کے لئے آئی جن کے دلوں میں عقاید فاسدہ راسخ ہو چکے تھے اور اعمالِ قبیحہ ایک عادت کے حکم میں ہو گئے تھے۔"
(چشمۂ معرفت صفحہ ۶۲)

تمام ملکوں کا باہمی رشتہ استوار کرنے والا کلام

"اس جگہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ابتدائے زمانہ میں صرف ایک الہامی کتاب انسانوں کو کیوں دی گئی۔ ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا کتابیں کیوں نہ دی گئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ میں انسان تھوڑے تھے اور اس تعداد سے بھی کم تھے جو ان کو ایک قوم کہا جائے۔ اس لئے ان کے لئے صرف ایک کتاب کافی تھی۔ پھر بعد اس کے جب دنیا میں انسان پھیل گئے اور ہر ایک حصہ زمین کے باشندوں کا ایک قوم بن گئی اور بباعث دور دراز مسافتوں کے ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے بالکل بے خبر ہو گئی ایسے زمانوں میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا رسول اور الہامی کتابیں دی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پھر جب نوعِ انسان نے دنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کرنے کے لئے راہ کھل گئی اور ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے سامان میسر آگئے اور اس بات کا علم ہو گیا کہ فلاں فلاں حصۂ زمین پر نوعِ انسان رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر ان کو جمع کیا جائے تب خدا نے تمام ملکوں کے لئے ایک کتاب بھیجی اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے ان کا فرض ہو گا کہ اس کو قبول کر لیں اور اس پر ایمان لاویں۔ اور وہ کتاب قرآن شریف ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آئی ہے"
(چشمۂ معرفت صفحہ ۶۶-۶۷)

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں (مسیح موعود)

قرآنی تعلیم کے اصول

بیان فرمودہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ

قرآنِ کریم کو دوسری تمام کتب پر

یہ فضیلت حاصل ہے

کہ وہ مذہب کے متعلق سب کے سب سوالات کو حل کرتا ہے اور مذہب کے اصول کو نمایاں طور پر پیش کر کے لوگوں کی توجہ اس طرف پھراتا ہے کہ مذہب کا کیا دائرہ ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے ۔ توُرات کو پڑھ جاؤ ۔ انجیل کو پڑھ جاؤ ۔ ویدوں کو پڑھ جاؤ ۔ ژند و ژستا کو پڑھ جاؤ یا اور کسی کتاب کو پڑھ جاؤ ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک لمبے مظاہرۂ قدرت کے درمیان کسی وقت کوئی شخص آ پہنچا ہے اور اس نے اس مظاہرہ کو اس وقت سے بیان کرنا شروع کر دیا ہے جب سے اس کی نظر اس پر پڑی ہے ۔ لیکن قرآن کریم مذہب کو اس رنگ میں پیش نہیں کرتا وہ

خلق کی حکمت اور اس کی پیدائش

کے ساتھ تعلق رکھنے والے سب امور کو بیان کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے دنیا کو کیوں پیدا کیا ہے ۔ انسان کے پیدا کرنے سے اس کی کیا غرض ہے ۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کونسے ذرائع اختیار کرنا ضروری ہیں خود اللہ تعالےٰ کا وجود کیا ہے اور کیسا ہے اس کی کیا کیا صفات ہیں ۔ اور وہ صفات دنیا میں کس طرح جاری ہیں ۔ بنی نوعِ انسان کی پیدائش کا مقصد بتاتے ہوئے اس نے

اس نظام کی تشریح

کی ہے جو اس دنیا کو چلانے کے لئے جاری کیا گیا ہے ۔ وہ ایک طرف تو یہ بتاتا ہے کہ جسمِ انسانی کے ارتقار اور نشو و نما کے لئے خدا تعالےٰ نے دنیا میں ایک قانون جاری کیا ہے جو انسان کے جسم اور اس کے دماغ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔ اور یہ تمام قانون قدرت خدا تعالےٰ کے ملائکہ میں سے ایک قسم کے ملائکہ کے سپرد ہے ۔ دوسری طرف انسانی روح کی ترقی اور اس کی بصیرت کو جلا بخشنے کے لئے اس نے قانونِ شریعت قائم کیا ہے

یہ قانونِ شریعت

ملائکہ کی ایک دوسری قسم کے ذریعہ سے دنیا میں نازل ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ کے انبیاء پر نازل ہوتا ہے ۔ کبھی تو یہ شریعت ایک ایک مکمل قانون کی صورت میں نازل ہوتی ہے اور کبھی انسانی تشریحات سے بگاڑی ہوئی شکل کو دوبارہ بحال کرنے کی صورت میں نازل ہوتی ہے ۔ یعنی کبھی اللہ تعالےٰ کے نبی اس لئے آتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے ایک نئی شریعت قائم کی جائے ۔ کبھی اس لئے آتے ہیں کہ پرانی شرائع کی

بعض غلطیوں کی اصلاح

کی جائے ۔ کبھی اس لئے آتے ہیں کہ شریعت کے معنی کرنے میں جو لوگ غلطی کرنے لگ جاتے ہیں ان کی اصلاح کریں ۔ اور پھر وہ شریعت کی حکمتیں بیان کرتا ہے کہ کیوں خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت کا آنا ضروری ہے ۔ اس کے کیا فوائد ہیں ۔ اور شریعت انسان کی ترقی میں کیا مدد دیتی ہے ۔ وہ صفات اور ذات کا فرق بیان کرتا ہے اور اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ

” ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا “

وہ سخت غلطی خوردہ ہیں

صفت ذات کی قائم مقام نہیں ہو سکتی

صفت صفت ہی ہے اور ذات ذات ہی ہے قرآنِ کریم انسان کے مختار اور مجبور ہونے کے متعلق بھی روشنی ڈالتا ہے اور بتاتا ہے کہ کس حد تک انسان مجبور ہے اور کس حد تک مختار ہے ۔ اور پھر وہ اس پر روشنی ڈالتا ہے کہ انسان اس حد تک مجبور نہیں ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دہی سے بری ہو جائے یا اس کی اصلاح نہ ہو سکے ۔ ہاں وہ اس حد تک مجبور ضرور ہے کہ اس دائرہ عمل سے باہر نہیں جا سکتا جو خدا تعالےٰ نے اس کے لئے تجویز کیا ہے ۔ انسان اپنی ساری کوششوں کے بعد انسان ہی رہے گا ۔ نہ اسے جمادات کی طرح بنایا جا سکتا ہے نہ وہ فرشتوں کی طرح بنایا جا سکتا ہے ۔ لیکن اپنے دائرہ کے اندر اندر اسے بہت کچھ طاقتیں حاصل ہیں اور بحیثیت انسان وہ کسی صورت میں اصلاح اور نصیحت کے دائرہ سے باہر نہیں

قرآنِ کریم ہمیں بتلاتا ہے

کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ ہی تاریکی کے وقتوں میں اپنا کلام نازل کر کے اور اپنی غیر معمولی قدرتوں کو ظاہر کر کے اپنی ہستی کو ثابت کرتا رہتا ہے اور یہی اس کے وجود کا حقیقی ثبوت ہے ۔ پس انبیاء اور ان کے کامل اتباع کا وجود خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثابت کرنے کے لئے دنیا میں نہایت ضروری ہے ۔ اگر خدا تعالےٰ انبیاء اور ان کے اتباع کے آئینہ میں اپنی شکل نہ دکھاتا رہے تو دنیا شکوک و شبہات کے گڑھے میں گر جائے ۔ اور خدا تعالےٰ کا وجود دنیا سے مٹ جائے ۔ پس

جب تک دنیا قائم ہے

خدا تعالےٰ سے کلام پانے والے اور اس کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہونے والے آدمی دنیا میں آتے رہیں گے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ ایمان کا قیام اسی ذریعہ سے ہے کہ خدا تعالےٰ ابتدائے عالم سے لے کر مسیحؑ تک اور مسیحؑ سے لے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک کلام کرتا چلا آیا ہے ۔ اسی طرح جس طرح کہ وہ پیدا کرتا چلا آیا ہے ۔ جس طرح وہ سنتا چلا آیا ہے ۔ جس طرح وہ دیکھتا چلا آیا ہے ۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی مخلوق کی انتہا تک اپنے خاص خاص بندوں سے کلام کرتا چلا جائے گا ۔ اور اپنی ذات کو دنیا پر ظاہر کرتا رہے گا ۔ “

” قرآنِ کریم اس بحث کو بھی اٹھاتا ہے کہ

خدا تعالےٰ کا کلام

کسی ایک قوم سے مخصوص نہیں بلکہ تمام اقوام میں خدا تعالےٰ کے نبی آتے رہے ہیں اور وہ اس سوال کو بھی اٹھاتا ہے کہ یکے بعد دیگرے خدا تعالےٰ کے نبی کیوں آتے رہے اور کیوں نہ ایک کامل کتاب ابتدائی زمانہ ہی میں نازل ہو گئی ۔ پھر قرآن کریم توحید کے مسئلہ پر ایک سیر کن بحث کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایک ہونے کے کیا ثبوت ہیں ۔ کیونکہ ایک سے زیادہ خدا تسلیم کرنا عقل کے خلاف ہے اور واقعہ کے بھی خلاف ہے اور توحید کے عقیدہ سے دنیا کو کتنا روحانی فائدہ پہنچتا ہے

خدا تعالےٰ کی ذات کے بعد

نبوت کا مقام

ایک ایسا مقام ہے جو دنیا کے لئے ہمیشہ زیر بحث چلا آیا ہے ۔ نبی یا اس کے ہم معنی الفاظ کا استعمال تو تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن قرآن کے سوا کوئی ایک کتاب بھی نہیں جو یہ بتاتی ہو کہ اس لفظ کی تشریح کیا ہے ۔ ہم کس شخص کو نبی کہہ سکتے ہیں اور نبوت کی کیا کیا اقسام ہیں ۔ نبی اور غیر نبی میں کیا فرق ہے ۔ نبی کے فرائض کیا ہیں ۔ نبی اور خدا میں کیا فرق ہے ۔ نبی کی بعثت کی غرض کیا ہے ۔ نبی اور اس کی امت کے درمیان کیا تعلق ہونا چاہیئے نبی کے حقوق کیا ہیں ۔ نبی اور اس کے منکروں کے تعلقات کی بنیاد کیا ہونی چاہیئے ۔ کیا نبی خدا اور بندوں کے درمیان ایک ذولو ارحائی کی حیثیت رکھتا ہے یا وہ محض ایک حمد اور مددگار کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اسی طرح قرآنِ کریم

ملائکہ کے متعلق تفصیلی بحث

کرتا ہے ۔ ملائکہ کے کیا کام ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو کیوں بنایا ہے ۔ اسی طرح وہ یہ بھی بحث کرتا ہے کہ شیطان کیا ہے ۔ اس کا وجود بنی نوعِ انسان کے لئے کیوں ضروری ہے شیطان کے وساوس سے انسان کس طرح بچ سکتا ہے ۔ شیطان اور انسان کا کیا تعلق ہے کیا شیطان انسان کو مجبور کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا ۔ اور وہ بتاتا ہے کہ جس طرح ملائکہ انسان کے دل میں نیک تحریکیں پیدا کرتے ہیں اسی طرح شیاطین بد تحریکیں پیدا کرتے ہیں لیکن انسان کے اندر دونوں طاقتیں موجود ہیں وہ ملائکہ کی نیک تحریکوں کو قبول بھی کر سکتا ہے اور ان کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے ۔ یہ دونوں وجود انسان کو کامل کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اس کے وجود کو ایک حقیقت عطا کرنے کا ذریعہ ہیں ۔ ملکی اور شیطانی تحریکوں کے بغیر انسان کسی انعام کا مستحق نہیں بن سکتا ۔ اور نہ وہ کسی سزا کا مستوجب بن سکتا ہے ۔ اگر شیطان انسان پر اثر ڈالنے والا نہ ہو تو انسان کسی انعام کا مستحق نہیں اور ملکی تحریکیں دنیا میں موجود نہ ہوں تو انسان کسی سزا کا بھی مستوجب نہیں ۔ بدی ہی کا مقابلہ انسان کو انعام کا مستحق بناتا ہے اور نیکی سے منہ موڑنا ہی انسان کو سزا کا مستوجب بناتا ہے ۔

قرآنِ کریم اس سوال پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ

دعا کیا ہے

دعا کرنے کے طریق کیا ہیں ۔ دعائیں کن حالات میں قبول ہوتی ہیں اور کن حالات میں قبول نہیں ہوتیں ،

عبادتوں کی قبولیت کا دائرہ کیا ہے۔ وہ نیکی اور بدی پر بھی بحث کرتا ہے کہ نیکی کیا چیز ہے اور بدی کیا چیز ہے۔ ان کی حدیں کہاں ملتی ہیں۔ حقیقی نیکیاں کیا ہیں اور حقیقی بدیاں کیا ہیں۔ نسبتی نیکیاں کیا ہیں اور نسبتی بدیاں کیا ہیں۔ وہ نیکی اور اخلاقِ فاضلہ پیدا کرنے کے طریق بتاتا ہے۔ وہ بدیوں سے بچنے کے طریق بتاتا ہے۔ وہ نیکیوں اور بدیوں کے منبع پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور بدیوں کے منبع کو بند کرنے کی تعلیم دیتا ہے وہ توبہ پر بھی روشنی ڈالتا ہے

توبہ کی حقیقت

بتاتا ہے۔ توبہ کے فوائد بتاتا ہے توبہ کے مواقع بتاتا ہے اور توبہ کی شرائط بیان کرتا ہے اسی طرح وہ جزاء و سزا کے متعلق بھی پوری روشنی ڈالتا ہے۔ جزاء کن حالات میں دی جاتی ہے سزا کن حالات میں دی جاتی ہے۔ جرم اور سزا کی نسبت کیا ہونی چاہیئے۔ پھر وہ اسی سلسلہ میں نجات کی تفاصیل بیان کرتا ہے۔ نجات کیا ہے اور کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کیا ہر بدی انسان کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ ؟

قرآن کریم بیان بتاتا ہے کہ

نجات تین قسم کی ہے

کامل۔ ناقص اور ملتوی۔ کامل نجات انسان اسی دنیا میں حاصل کرتا ہے۔ ناقص نجات والا انسان مرنے کے بعد تدریجی طور پر اپنی نجات کے سامانوں کو مکمل کرتا ہے۔ اور ملتوی نجات وہ ہے جو سزائے جہنم پا لینے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس آخری قسم کی نجات کے بارہ میں اسلام اور عیسائیت میں ایک رنگ میں تشابہ بھی ہے اور ایک رنگ میں تخالف بھی ہے۔ عیسائیت صرف کمزور عیسائیوں کو جو اپنے عقیدہ میں پکے ہوں اعراف دوزخ کا سزاوار قرار دیتی ہے جس میں سے نکل کر انسان جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر انسان نجات ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور خواہ کوئی کیسا ہی کافر ہو مختلف علاجوں کے بعد، جن میں سے ایک علاج جہنم بھی ہے وہ آخر جنت کو پالے گا۔ قرآن نجات کے بارہ میں نزولِ اعمال پر زور دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ نیک اعمال کا بڑھ جانا انسان کی نجات کے لئے اس کی سچی کوشش پر دلالت کرتا ہے۔ اور جو سچی کوشش کرتا ہوا مر جاتا ہے وہ اس سپاہی کی طرح ہے جو فتح سے پہلے مارا جاتا ہے۔ موت جس طرح سپاہی کے اختیار میں نہیں اسی طرح نیکی کی راہ اختیار کرنے والے کے بھی اختیار میں نہیں۔ موت خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ اگر ایک شخص نیکی کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے مر جاتا ہے تو لیقیناً وہ

خدا کے فضل کا مستحق

ہے سزا کا مستوجب نہیں۔ کوئی قوم اپنے سپاہیوں کو اس بات پر ملامت نہیں کیا کرتی کہ وہ فتح پانے سے پہلے کیوں مارے گئے بلکہ فتح کے لئے بھی سچی کوشش کرنے والا سپاہی عزت پاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو شیطان کو زیر کرنے کے لئے پورا زور لگا رہا ہے کبھی شیطان اس پر غالب آجاتا ہے اور کبھی وہ شیطان پر غالب آجاتا ہے۔ مگر وہ دل نہیں ہارتا۔ وہ ہمت نہیں ہارتا۔ وہ ہتھیار نہیں ڈالتا۔ وہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے قیام کے لئے شیطان سے لڑتا چلا جاتا ہے۔ قرآن کے نزدیک یقیناً نجات کا مستحق ہے۔ اس کی کمزوری اس کے لئے ایک زیور ہے کیونکہ وہ باوجود کمزور ہونے کے خدا کے سپاہیوں میں شامل ہونے سے نہیں ڈرا اور اپنی قربانی پیش کرنے سے ہچکچایا نہیں

قرآنِ کریم

روحانی ارتقاء کی منازل

بیان کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ روحانی مدارج کیا ہیں کتنے ہیں اور مختلف اخلاق کو مدنظر رکھتے ہوئے روحانی مدارج کی تفاصیل بیان کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ عفت کتنی اقسام کی ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ سخاوت کتنی اقسام کی ہے وہ سچائی کے اقسام بیان کرتا ہے۔ وہ رحم اور حسنِ سلوک کے مدارج بیان کرتا ہے تاکہ ہر طاقت و قوت کا انسان اپنے لئے ایک قریب کی منزل مقرر کر سکے۔ اور اس طرح جہاں اس کی حوصلہ افزائی ہو وہاں وہ چھوٹی ترقی پر خوش ہونے کی غلطی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ وہ ہر شخص کے قریب کی منزل اسے بتاتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیتا ہے کہ اس سے اوپر ایک اور منزل بھی ہے جب تم پہلی منزل طے کر لو تو تمہیں

اوپر کی منزل کی طرف

قدم بڑھانا چاہیئے۔ اس طرح وہ قدم بقدم اور درجہ بدرجہ انسان کو اوپر لئے چلا جاتا ہے۔

قرآن انسان کے دماغی ارتقاء پر بھی روشنی ڈالتا ہے وہ بتاتا ہے کہ انسان کا دماغی نشوونما کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے دماغی نشوونما کا بھی اس کے متعلق فیصلہ کئے جانے کے وقت لحاظ رکھا جاتا ہے۔ وہ شخص جو ایک ماحول میں پلا ہے اور جس کے لئے نیکی کا راستہ آسان ہے محض اپنے اعمال کی وجہ سے

دوسرے پر فضیلت

نہیں پائے گا بلکہ دوسرا شخص جس کا دماغی نشوونما اس پہلے شخص کے برابر نہیں اور جس کا ماحول اچھا نہیں اس کے رستہ کی روکیں بھی نظر انداز نہیں کی جائیں گی اور فیصلہ کے وقت وہ بھی مدنظر رکھی جائیں گی۔

قرآن ایمان پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور بتاتا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے۔ ایمان کی علامتیں کیا ہیں۔

ایمان کے حصول کے ذرائع

کیا ہیں۔ وہ قانونِ شریعت اور اس کی ضرورت کے متعلق بھی روشنی ڈالتا ہے اور بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قانون بھی بغیر حکمت کے نہیں ہوتا خدا تعالیٰ اپنے بندے کو کوئی حکم اس لئے نہیں دیتا کہ وہ اسے سزا دے اور اس پر بوجھ ڈالے بلکہ وہ ہر حکم اس لئے دیتا ہے کہ وہ انسان کی ترقی کی منزل میں ممد اور معاون اور اس کی تمدنی حالت کو سدھارنے والا ہوتا ہے۔ قرآن جبری حکموں کا قائل نہیں وہ اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا بھی جس شخص کو سزا دے اس شخص کو اپنی ذات سے الزام دور کرنے کا پورا موقع ملنا چاہیئے اس پر پوری طرح حجت تمام ہونی چاہیئے خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مجرم ہو۔ مگر اس حجت کے تمام ہوئے بغیر تو قرآن اس کی سزا کا قائل نہیں۔

قرآن

عبادتِ الٰہی کے متعلق

بھی تفصیلی روشنی ڈالتا ہے۔ وہ عبادت کو چار اصولی حصوں میں تقسیم کرتا ہے (۱) وہ عبادت جس کی غرض خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت اور اس کے ساتھ تعلق بڑھانا ہے (۲) وہ عبادت جو انسان کے جسم کی اصلاح کے لئے قربانیاں کرنے پر آمادہ ہوتی ہے۔ (۳) وہ عبادت جو انسانوں کے اندر مرکزیت کی طرح پیدا کرنے کے لئے اور اتحاد و یگانگت کا احساس پیدا کرنے کے لئے مقرر کی جاتی ہے۔ یہ چار اصول عبادت کے، اسلام مقرر کرتا ہے اور ان چار اصول کے مطابق اس نے مختلف قسم کی عبادتیں مقرر کی ہیں۔ ان اصول کو تجویز کر کے اسلام نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ عبادت صرف اسی بات کا نام نہیں کہ انسان خدا تعالیٰ سے دھیان لگائے بلکہ بنی نوعِ انسان کی طرف توجہ کرنے سے بھی خدا تعالیٰ کی عبادت کا فرض ادا ہوتا ہے۔ اسی طرح

اسلام نے یہ نکتہ بھی پیش کیا ہے

کہ عبادات صرف انفرادی نہیں بلکہ وہ اجتماعی بھی ہوتی ہیں۔ انسان کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ خود خدا کے سامنے پیش ہو جائے بلکہ انسان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو بھی خدا کے سامنے پیش ہونے کے لئے تیار کرے اس لئے

قرآن کے جتنے احکام

عبادات کے متعلق ہیں وہ انفرادی بھی ہیں اور اجتماعی بھی۔"

(منقول از دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی ص۴۴۵ تا ص۴۵۲)

مرسلہ مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ناصر بی اے۔ قادیان

سُورۂ فاتحہ ۔ اُمّ الکتاب

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے درِ بے نیاز میں
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعوے پہ مُہرِ اللہ ہے

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قرآنِ کریم ایک نعمتِ عُظمیٰ ہے

ہر احمدی قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھلائے

اقتباسات از فرمودات حضرت امام عالی مقام خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کو جو عالمگیر روحانی غلبہ حاصل ہونے والا ہے۔ اس میں قرآن کریم کی تبلیغ و اشاعت ایک اہم ذریعہ اور واسطہ ہے۔ اسلام کے حقیقی غلبہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ دُنیا اس کتاب عزیز کی کماحقہٗ قدر پہچان لے چنانچہ اس کی پہلی سیڑھی تو یہی ہے کہ احمدیہ جماعت کے تمام افراد جنہیں فی زمانہ حقیقی معنوں میں حاملینِ قرآن ہونے کا دعوےٰ ہے خود بھی اس کتاب سے گہرا اور قریبی ذاتی تعلق رکھتے ہوں۔ انہیں قرآنی حقائق و معارف پر ایسا عبور حاصل ہو کہ وقت آنے پر وہ دنیا کو اس قیمتی خزانہ سے مالامال کر سکیں۔

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ روزِ اول ہی سے قرآن کریم کو ہر شعبۂ زندگی میں اپنے لئے مشعلِ راہ جانتی اور جمیع ثمرات کے ساتھ اس کی عامل ہے۔ جماعت کو قرآن کریم کے ساتھ جو قلبی لگاؤ اور تعلق ہے وہ مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے عہد خوشتر سے ایک نئی زندگی کی صورت میں جاری وساری ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول جو بذاتِ خود زبردست عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عاشقِ قرآن بھی تھے۔ آپ کی ساری عمر قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور اسی کی تلقین میں گزری۔ سینکڑوں اور ہزاروں نے آپ کے روح پرور درس القرآن سے اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کی۔ پھر خلافتِ ثانیہ کا ۵۲ سالہ درخشندہ دور بھی قرآن کریم کے ساتھ خاص شغف میں گزرا۔ حضورؓ کا ہر خطبہ ہر تقریر اور ہر وعظ قرآن کریم کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ مخصوص طور پر تفسیر کبیر کے نام سے قرآنی معارف کا قیمتی ذخیرہ جماعت کے لئے اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے حضور نے اپنے پیچھے چھوڑا جو بڑا ہی قابلِ قدر ہے اس کے ساتھ ہی حضورؓ جماعت کو بھی قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی وقتاً بعد وقتٍ پُر اثر تحریک فرماتے رہے۔ بلکہ اس کام کو سہل الحصول بنانے کے لئے حضور نے اپنے آخری زمانہ حیات میں تفسیر صغیر کے نام سے عام فہم اور پُر لطف اردو ترجمہ مع مختصر تفسیر کے شائع کیا جو رہتی دنیا تک ایک قیمتی متاع کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

ماہ نومبر ۱۹۶۵ء میں جب خلافتِ ثالثہ کا عہد مبارک شروع ہوا تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے آغاز خلافت ہی میں جماعت کو اس اہم امر کی طرف ایک خاص تحریک کے ذریعہ متوجہ فرمایا چنانچہ ذیل میں حضور کے اس خطبہ کے چند ضروری اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جو ۴ رفروری ۱۹۶۶ء کو حضور نے اسی عنوان پر ارشاد فرمایا اور جماعت کے سامنے قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی ایک بابرکت سکیم رکھی۔ حضور نے فرمایا:-

۱۔ ”قرونِ اولےٰ کے مسلمانوں نے دنیوی اور روحانی ترقیات حاصل کی تھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے قرآن کریم کو وہ عظمت دی تھی جس کا اسے حق حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک کامل کتاب نازل کی تھی اور انہوں نے اس کی قدر کی۔ انہوں نے اسے پڑھا اور ان میں سے بہتوں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ اور نہ صرف کوشش کی بلکہ اس کے سمجھنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کے علاوہ دعاؤں کا سہارا لیا اور اس طرح انہوں نے قرآن کریم کے علوم اپنے رب سے سیکھے اور اس نیت سے سیکھے کہ اس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالےٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خدا تعالےٰ کی یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں اور انہیں یقین تھا کہ اگر وہ اس پر عمل کریں گے تو اس دنیا میں بھی وہ خدا تعالےٰ کے افضال اور اس کی رحمتیں حاصل کریں گے اور اُخروی زندگی میں بھی وہ ان کے وارث ہوں گے اور جب انہوں نے قرآن کریم کی پاک تعلیم سیکھنے کے بعد اس پر عمل کیا تو قرآن کریم کے طفیل جو بڑی عظمت والی کتاب ہے انہیں اس دنیا میں بھی بڑی عظمت حاصل ہوئی۔ اپنے تو اپنے ہی تھے غیر بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے کہ فی الواقعہ یہ قوم بڑی عظمت والی ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کیا اور اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کی رفعتوں کے طفیل اس قوم کو بھی رفعتیں حاصل ہوئیں اور اس قدر رفعتیں انہیں نصیب ہوئیں کہ آسمان کے ستاروں کی رفعتیں بھی ان کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں اور وہ ان بلندیوں پر پہنچ گئے جن تک دنیوی عقل کو رسائی حاصل نہیں اور انہوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا جو انسان اپنی کوشش، اپنی جدوجہد، اپنی عقل اور اپنی فراست سے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں قائد سمجھے جاتے تھے۔ وہ اسی کی برکت سے دنیا کے لیڈر بنے۔ وہ اسی کے طفیل ہی دنیا کے استاد بنے۔ دنیا کے محبوب بنے۔ اسی لئے کہ قرآن کریم نے ان کی طبائع کو اس طرح بدل دیا تھا کہ دنیا ان سے پیار اور محبت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ لیکن تین صدیوں کے بعد مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے قرآن کریم سے جو کچھ حاصل کرنا تھا کر لیا ہے۔ جو کچھ قرآن کریم سے انہوں نے پانا تھا پا لیا ہے اب انہیں نہ قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ اسے سمجھنے کی حاجت ہے۔ وہ خام عقل اور دنیوی فراست جو انہیں محض اس لئے دی گئی تھی کہ وہ اس پیغامِ الٰہی کو سمجھنے میں ممد اور معاون بنے الٹا قرآن کریم کو چھوڑ کر انہوں نے صرف اس پر انحصار کر لیا۔ تب خدا تعالےٰ نے یہ نظارہ بھی دکھایا کہ وہ قوم جو دنیا پر ہر طرح سے چھا گئی تھی اور اس نے اقوامِ عالم سے اپنی برتری کا سکہ منوا لیا تھا قعرِ مذلت میں گر پڑی اور اس نے اس قدر ذلتیں اور رسوائیاں اٹھائیں کہ الامان والحفیظ

اب اللہ تعالےٰ نے پھر محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر ہمیں قرآن کریم سے متعارف کرایا ہے۔ آپؑ نے ہمیں ان تمام خوبیوں کا علم بہم پہنچایا ہے جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔ اور ہمیں ان کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کہ قرآن کریم کے حسن، اس کی خوبصورتی اور اس کی دل کو موہ لینے والی تعلیم سے ایک مسلمان اپنی زندگی کا نور حاصل کرتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جس طرف بھی ہم جائیں گے جب تک قرآن کریم کی مشعل ہمارے ہاتھ میں نہ ہو گی جب تک اس کا نور ہماری رہنمائی نہ کر رہا ہو گا ہم صداقت اور بلندیوں کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتے۔ ہمارے لئے ایک لمبے عرصہ کے بعد قرآن کریم کی کھڑکیاں دوبارہ کھولی گئی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیش بہا اور قیمتی لعل و جواہر قرآن کریم سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کئے ہیں اگر ہم اب بھی ان کی قدر نہ کریں تو ہم جیسی بدبخت قوم اور کوئی نہیں ہو سکتی پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے علوم نہ صرف ہم خود سیکھیں بلکہ دوسروں کو بھی سکھائیں اور دوسرے لوگوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو نو احمدی ہیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہماری نئی نسل کے طور پر ہم میں شامل ہوئے ہیں۔“

۲۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کو اس طرف بڑی توجہ دینی پڑے گی اور اس کے لئے بڑی کوشش درکار ہوگی۔ ہم بڑی جدوجہد کے بعد ہی اس کام میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس منصوبہ کو کامیاب بنانا نہایت ضروری ہے۔ اگر ہم نے الٰہی سلسلہ کے طور پر ان نعمتوں کو اپنے اندر قائم رکھنا ہے جو اللہ تعالےٰ نے محض رحمانیت کے ماتحت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل عطا کی ہیں تو ہمیں اپنے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے آپ کو پورے طور پر لگا دینا ہوگا۔

تمام جماعتوں کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ وہ پہلے ہی سال اس کام میں سو فیصدی نہیں تو ۹۰ فیصد تک کامیابی ضرور حاصل کر لیں۔ کیونکہ جو ذہین بچے ہیں وہ تو چھ ماہ کے اندر بلکہ اس سے بھی کم عرصہ میں قرآن کریم ناظرہ پڑھ لیں گے۔ قاعدہ یسرنا القرآن اگر صحیح طور پر پڑھا دیا جائے تو بچہ کے لئے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا مشکل نہیں ہوتا۔“

۳۔ ”بہرحال ہم نے یہ کام کرنا ہے اور واضح بات ہے کہ اتنے بڑے کام کے لئے چند

مربیّ یا معلّم، یا مجالس خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے بعض عہدیدار کافی نہیں۔ یہ تھوڑے سے لوگ اس عظیم کام کو پوری طرح نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ہمیں اساتذہ درکار ہیں۔ ہمیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے رضا کار چاہئیں جو اپنے اوقات میں سے ایک حصہ قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کے لئے، یا جہاں ترجمہ سکھانے کی ضرورت ہو وہاں قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کے لئے دیں۔ تا یہ اہم کام جلدی اور خوش اسلوبی سے کیا جا سکے۔

میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نعمت جو قرآن کریم کی شکل میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل دوبارہ ملی ہے اگر وہ ورثہ کے طور پر آپ کے بچوں کو نہیں ملتی تو آپ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے خوشی سے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوں گے جب آپ کو یہ نظر آ رہا ہو گا کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا خزانہ یعنی قرآن کریم جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حاصل کیا تھا اس سے آپ کے بچے کلیۃً نا واقف ہیں تو آپ کو کیا خوشی حاصل ہو گی۔ آپ ان جذبات کے ساتھ دنیا کو چھوڑ رہے ہوں گے کہ کاش آپ کی آئندہ نسل بھی ان نعمتوں کی وارث ہوتی جن کو آپ نے اپنی زندگی میں حاصل کیا تھا۔ پس تم اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اپنے خاندانوں پر رحم کرو اور پھر ان گھروں پر رحم کرو جن میں تم سکونت پذیر ہو کیونکہ قرآن کریم کے بغیر آپ کے گھر بھی بے برکت رہیں گے۔ ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں رہنے والا ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ وہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو صبح کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو۔

پس قرآن کریم کی قدر کریں اور اس کی عظمت کو اپنے دلوں اور اپنے ماحول میں قائم کریں۔ اس کی بلندیوں تک پہنچنے کا اپنے آپ کو اہل بنائیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ستاروں سے بھی بلند تر ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کے قرب کے دروازے آپ کے لئے کھولے جائیں گے۔ اس کی رضا کی جنت آپ کو حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم سے پیار کرنے کے نتیجہ میں آپ سے پیار کرنے لگ جائے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ہم محبت کا دعوےٰ کرتے ہیں تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپؐ کے پیار کو دوسری تمام چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہم آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم کے ہر حصہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہمارا آپؐ سے محبت کا دعوےٰ محض کھوکھلا دعوےٰ ہو گا۔ ہم منہ سے تو آپؐ کی محبت کا دعوےٰ کریں گے لیکن عملی طور پر آپؐ کی کسی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نہ دنیا ہمارے اس دعوےٰ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو گی۔ اور نہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہمارا دعوےٰ مقبول ہو گا کیونکہ آپؐ سے محبت کے دعوےٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم آپؐ کے ہر اشارہ پر اپنی جان دینے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ جہاں بھی آپؐ کی کوئی خواہش نظر آئے ہم اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمیں اس بات کی ضرورت نہ ہو کہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آ جائے یا اس کا فلسفہ ہمارے سامنے رکھا جائے اس کے منافع ہمیں بتائے جائیں یا اس کے مضرّات سے بچنے کی وجوہات کی طرف ہمیں متوجہ کیا جائے۔ ہمارے لئے صرف اسی قدر کافی ہو کہ یہ آپ صلعم کی خواہش ہے اور ہم اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ چاہے اس رستہ میں ہمیں جان بھی قربان کرنی پڑے کیونکہ محبت کا تقاضا ہی یہی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے لیکن وہ آپؐ کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو آپ اسے پاگل کہیں گے۔ دنیا اس کے محبت کے دعوےٰ کو تسلیم نہیں کرے گی۔ کیونکہ آپؐ سے محبت کے دعوےٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم آپؐ کی ہر خواہش پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جب ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوےٰ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی ہر خواہش کو پورا کرنا ہو گا۔ آپؐ نے ہم سے کس بات کی خواہش کی ہے؟ آپؐ نے ہم سے یہ خواہش کی ہے کہ ہم قرآن کریم پر اسی طرح عمل کریں جس طرح آپؐ نے عمل کر کے دکھایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ آپؐ کے اخلاق کیسے تھے تو آپؓ نے فرمایا:-

کان خلقہ القرآن

(مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۱)

آپؐ کے اخلاق کو دیکھنا ہو تو قرآن کریم کو پڑھ لو۔ آپؐ کی ساری زندگی قرآن کریم کی ہی عملی تصویر ہے۔ جو کچھ قرآن کریم نے کہا وہ آپؐ نے کر کے دکھایا۔ گویا آپؐ نے اپنے الفاظ میں بھی ہدایت دے دی اور اپنے عمل سے بھی ہدایت دے دی۔ غرض آپؐ کی ساری زندگی کے سانچہ میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنا آپؐ کی محبت کا تقاضا ہے۔ جس کا ہم آپؐ کی ذات مبارک کے متعلق دعوےٰ کرتے ہیں۔

پس اگر آپ اپنے دعوےٰ محبت میں سچے ہیں اور آپ اپنے نفسوں کو اور خدا تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے رہے تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کو خود بھی سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور اپنے بچوں اور دوسرے ان لوگوں کو بھی جن کی ذمہ داری آپ پر ہے، قرآن کریم پڑھائیں اور ان کو اس قابل بنا دیں کہ وہ قرآن کریم کے معانی سمجھ سکیں۔ اور ان کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ جب بھی قرآن کریم کی آواز ان کے کان میں پڑے تو دنیا کی کوئی طاقت اس پر لبیک کہنے سے انہیں نہ روک سکے۔

اگر ہم اپنے اس فرض کو پوری طرح اور خوش اسلوبی سے انجام دینے میں کامیاب ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ کے افضال اور اس کی رحمتیں جہاں ہم پر نازل ہوں گی وہاں وہ ہماری آئندہ نسل پر بھی نازل ہوں گی۔ اور اگر ہمارے بعد آنے والی نسل بھی اپنی ذمہ داریوں کو اس طرح سمجھے جس طرح ہمیں سمجھنا چاہئے۔ اور وہ انہیں اسی طرح نبھائے جس طرح ہمیں نبھانا چاہئے تو پھر اللہ تعالیٰ کے افضال، اس کی رحمتیں اور اس کی نعمتیں نسلاً بعد نسلٍ احمدیت میں جاری اور ساری رہیں گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور خدا کرے کہ ہمارے دلوں میں قرآن کریم کی عظمت قائم ہو جائے۔ ہم خود بھی اس پر عمل کرنے والے ہوں اور اپنی نسلوں کو بھی اس رنگ میں تربیت کرنے والے ہوں کہ وہ بھی قرآن کریم کی عاشق اور فدائی ہوں۔ اس پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والی ہوں اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والی ہوں۔

آمین

اداریہ - بقیہ صفحہ نمبر ۲

اور جو ان کا انداز بیان ہے ایسا پیارا اور دلکش کہ جوں جوں پڑھتے جاؤ گلاب کے پھولوں کی طرح دل کی کلی کھلتی چلی جاتی ہے اور خوشبو مہکتی جاتی ہے نتیجۃً روح کو ایسا سرور حاصل ہوتا ہے کہ بندہ بے اختیاری کے عالم میں وصالِ الٰہی کے لئے بیتاب ہو جاتا ہے!! (قرآنی آزمائش شرط ہے)

❖

یہ قرآن مجید ہی ہے جو نوع انسان کو عزت و شرف کے بلند مینار پر کھڑا کر دینے والا ہے جیسے فرمایا وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ (الزخرف آیت ۴۵) یہ قرآن پاک تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے بڑی عزت و شرف کا موجب بننے والا ہے اور کچھ دیر بعد تم سے دریافت بھی ہو گا آیت کریمہ میں مخاطب مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کیسی عظیم صداقت ایک چھوٹے سے فقرہ میں بھری پڑی ہے اور صداقت بھی ایسی کہ ساری دنیا ایک بار بچشم خود اس کا مشاہدہ کر چکی ہے۔ بھیڑوں بکریوں کے چرواہے، بادشاہ بن گئے۔ کئی کئی وقتوں کے فاقوں والے، بڑے بڑے علاقوں علاقوں کے حکمران بن گئے۔ دنیا کے استاد کہلائے، بیشمار علوم و فنون کے موجب بنے اور اپنے کارناموں سے تاریخ عالم پر صداقت کی ایک مہر لگا دی۔ یہ سب قرآن کریم کی روحانی تاثیر کا نتیجہ تھا!!

❖

قرآن کریم واحد مذہبی کتاب ہے جس نے علاقائی تقسیم یا طبقاتی کشمکش کی جگہ اتحاد عالم کا نعرہ بلند کیا اور عالمگیر برادری کی راہیں ہموار کرنے کے لئے ایسے وقت نازل ہوئی جب فی الواقع اس کی ضرورت تھی۔ یعنی جب خارجی طور پر ایسا زمانہ بھی آ گیا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجہ میں ذرائع حمل و نقل میں زبردست انقلاب آ کر ساری دنیا ایک شہر اور ایک محلہ کی طرح ہو جانے والی تھی ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ روحانی طور پر بھی دنیا کو متحد کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کو قرآن کریم نے ہی پورا کیا ہے جبکہ ساری دنیا اس کی مخاطب ہے اور سب کی ترقی اور سر بلندی کے سامان اس کے اندر رکھے گئے ہیں۔ اب یہ دنیا والوں کا کام ہے کہ ہمت کر کے ان سامانوں سے بہرہ اندوز ہوں اور ان برکتوں کو حاصل کرنے میں سبقت لے جائیں جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں اور محروم اور بے نصیب ہونے سے بچ جائیں!!

❖

یہی وہ عظیم القدر کتاب ہے جس نے تمام مذہبی جھگڑوں کا دانشمندانہ اور پر امن تصفیہ کر دیا یعنی قرآن مجید ہی ہے جس نے تمام مذاہب کی فی الجملہ صداقت کا علم بلند کیا اور بتایا کہ جب سے دنیا بنی اور حضرت انسان اس میں بسا ہے اس کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً بعد وقتٍ روحانی تعلیمات آتی رہی ہیں اگرچہ مرور زمانہ کے سبب ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہا لیکن بنیادی طور پر نہ ان تعلیمات پر حرف آتا ہے اور نہ ان تعلیمات کے پیش کرنے والے مذہب کو جھوٹا یا من گھڑت کہا جا سکتا ہے کیسا امن بخش یہ نظریہ ہے۔ اور کس طرح مذہبی اختلافات اور مذہبی منافرت کو یکسر ختم کر کے باہمی صلح اور محبت کے رشتوں کو مستحکم بنا دیا گیا ہے کوئی ہے جو اس بات میں قرآن کریم کا مقابلہ کر سکے؟ مذاہب عالم کی فی الجملہ تصدیق کے ساتھ ساتھ قرآن کریم نے تمام پیشوایان مذاہب کی کما حقہٗ عزت و احترام بھی قائم کر دی۔ حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کر دیا!

❖

قرآن مجید زندہ کتاب ہے جس کا زندہ خدا کے ساتھ دائمی تعلق ہے۔ قرآن کریم کے زندہ کتاب ہونے کا اس سے بڑھ کر قوی تر ثبوت اور کیا ہو گا کہ یہ عالم الغیب خدا کا نازل کردہ کلام ہے جو بجائے خود عظیم القدر غیبی اطلاعات سے بھرا ہوا ہے۔ ایسی ایسی غیبی خبریں کہ نزولِ قرآن کے زمانہ سے لیکر اب تک ان گنت پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور تا قیامت یہ سلسلہ چلتا جا رہا ہے۔ اس سے خدا کی ذات پر ایسا واضح ثبوت ملتا ہے جس کی معقول تردید ممکن نہیں۔

یہ ہے مختصر سا اشارہ اور خاکہ قرآن کریم کی شان عالی کا۔ یہ ایسا آسمانی پانی ہے جس کا ایک ایک قطرہ حیات جاودانی بخشنے والا ہے اور یہ ایسا سمندر ہے جس کی تہ میں بیش بہا دولت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ جو ان لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جو پاک دل ہو کر اس کی گہرائیوں میں اترتے جاتے ہیں۔!!

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے سفرِ مغربی افریقہ کے مختصر کوائف

خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر مبنی تاریخی دورۂ مغربی افریقہ کا عملاً آغاز

حضور ایدہ اللہ کی طرف سے احباب کے نام سلام کا تحفہ اور سفر کے بابرکت ہونے کیلئے خصوصی دعاؤں کی تحریک

حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر مبنی دورۂ مغربی افریقہ کی اہمیت اور احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی دلی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ادارۂ بدر کی طرف سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس مبارک سفر سے متعلق جملہ تفاصیل کی فراہمی اور اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ ربوہ سے کراچی تک کے سفر کی تفصیلات پر مشتمل ایک قسط بدر کے گزشتہ شمارے میں دی جا چکی ہے۔ کراچی سے لیگوس (مغربی افریقہ) تک کے دلچسپ اور ایمان افروز سفر کی مختصر روداد درج ذیل ہے ——— ایڈیٹر

مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب اپنے خط محررہ ۶ اپریل ۱۹۷۰ء میں زیورک سے رقمطراز ہیں الحمد للہ کہ حضور پُرنور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ سلمہا نیز حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید اور دیگر افرادِ قافلہ ۵ اپریل ۱۹۷۰ء کو خیریت سے زیورک (سوئٹزرلینڈ) پہنچ چکے ہیں۔ ثم الحمد للہ۔ حضور نے یہ سفر اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنے اور مغربی افریقہ کی سرزمین سے پیاسی اقوام کے دلوں میں سیدنا حضرت خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے جھنڈے گاڑنے کے لئے اختیار فرمایا ہے۔ اس مبارک سفر کے آغاز کی کچھ رپورٹ اخبار کے ذریعہ احباب کرام اور بہنوں کے ملاحظہ میں آ چکی ہے۔ کراچی میں ورود اور وہاں سے آگے سفر پر روانگی کی مختصر رپورٹ پیشِ خدمت ہے

کراچی میں ورود

حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ ۱ اپریل کو بوقت ۲ بجکر پچیس منٹ پر کراچی ایئر پورٹ پر پہنچ گئے۔ جہاں جماعت کراچی کے احمدی احباب اور خواتین اپنے آقا کے استقبال کے لئے بے تابی کے ساتھ والہانہ انداز میں چشم براہ تھے۔ محترم امیر صاحب جماعت کراچی چوہدری احمد مختار صاحب کی قیادت میں سب حاضرِ خدمت ہوئے۔ کراچی میں خاصی گرمی تھی۔ حضور کی طبیعت مضمحل نظر آتی تھی اور تکان کا بھی رخ مبارک پر اثر تھا فرمایا نبض کچھ تیز ہے کراچی میں گرمی بہت ہے لیکن سوئٹزرلینڈ میں جہاں سے ہم گزریں گے سخت سردی ہوگی۔ فرمایا رات دیر تک کام کرتا رہا اور تقریباً اڑھائی بجے صبح تھوڑا سا آرام کرنے کا موقع ملا۔

ایئر پورٹ سے حضور مکرم چوہدری محمد خالد صاحب ابن حضرت چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کی کوٹھی پہنچے اور وہیں قیام فرمایا۔ کوٹھی کے وسیع صحن میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور دیر تک اپنے غلاموں کے درمیان تشریف فرما رہے۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تو یہ کہلوایا کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی میں تمہارے جیسا انسان ہوں اور اس طرح بنی نوع انسان کا شرف اور عزت قائم فرمائی۔ جب تک انسانی عزت قائم نہیں ہوتی دنیا سے فساد دور نہیں ہو سکتا۔

الوداعی خطبہ

حضور نے مغرب و عشاء کی نمازیں (احمدیہ ہال میں) جمع کر کے پڑھائیں نماز کے بعد حضور نے الوداعی خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ مغربی افریقہ کا یہ سفر کئی لحاظ سے بے حد اہم ہے۔ ان قوموں سے صدیوں تک جو ناروا سلوک کیا گیا وہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کس قدر پیار کا سلوک فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر جاری فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو کہ انسانِ کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہرِ اتم ہیں بحیثیت انسان کے حضور بھی اسی نوع سے تعلق رکھتے ہیں اور اس میں شامل ہیں جس میں مغربی افریقہ کی اقوام شامل ہیں خواہ ان سے علم، طاقت، رنگ و نسل یا کسی اور بنا پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ روا رکھا گیا ہو۔ ان اقوام کو اب وہی عزت ملنی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ انہیں دینی چاہتا ہے۔ یہ کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہوا ہے۔ اور یہ مغربی افریقہ کی اقوام کا حق ہے ان پر احسان نہیں۔ اس لئے یہ سفر بہت ضروری ہے۔ قدرت تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہمارے پاس ظاہری ذرائع نہیں ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کا سہارا ہے اور یہی ہمارا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ تقریر کے بعد حضور نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو بابرکت فرمائے اور اس کی غرض پوری فرمائے۔

کراچی سے روانگی

اپریل کو صبح ہی سے احباب حضور کی قیامگاہ پر اکٹھے ہونے شروع ہو گئے نماز فجر پڑھ کر سفر کی دعا حضور نے فرمائی۔ ایئر پورٹ پر احباب جماعت کراچی ترتیب اور ادب کے ساتھ دور تک دو رویہ صفیں باندھے کھڑے تھے۔ وہاں بھی حضور نے دعا فرمائی اور جہاز بوئنگ B-707 (Boeing) کی فلائٹ P.R. 721 پر صبح سات بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے عاشق اور مخلص اور فدائی جماعت کی دعاؤں کے درمیان حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس سفر پر روانہ ہوئے۔ طہران ٹائم پونے نو بجے صبح طہران پہنچے۔ ہوائی اڈے کے باہر مخلصین جماعت مرد عورتیں بچے پھولوں اور دعاؤں کے ہار لئے منتظر تھے۔ ملک مشتاق احمد صاحب عبد الخالق صاحب اور افضل صاحب موجود تھے۔ محمد عالم صاحب پاکستان سے وقفِ عارضی پر اپنے بیٹے افضل صاحب کے پاس آئے ہوئے تھے وہ بھی تھے۔ احباب جماعت باہر ہی کھڑے تھے کیونکہ آگے جانے والے مسافروں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ نہ ہی باہر سے لوگ اندر ان کے پاس آ سکتے ہیں۔ مقامی جماعت نے کوشش بھی کی تھی لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی

ایک ایمان افروز واقعہ

حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے غلاموں کی بیتابی اور جماعت کے لئے اپنی بے پایاں محبت و شفقت سے مجبور ہو کر ڈیوٹی آفیسر سے مسکرا کر فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں کیا وہ آ سکتے ہیں۔ اس پر اس نے ایک نظر حضور کی جانب دیکھا اور پھر خوشی اور بشاشت سے عرض کیا کہ یہ سب لوگ آ سکتے ہیں۔ الحمد للہ

استنبول

طہران سے استنبول ۴ گھنٹے کا سفر ہے۔ طہران سے لوکل ٹائم نو بجکر ۵۰ منٹ پر استنبول کے لئے روانہ ہوئے۔ انقرہ سے آگے شدید مخالف ہوا کی وجہ سے جہاز ۳۷ منٹ لیٹ پہنچا۔

حضور مع حضرت بیگم صاحبہ ایئرپورٹ پر تشریف لے گئے۔ ترکی پہنچ کر احساس یہی ہوتا ہے جیسے ہم اپنے گھر میں پہنچ گئے ہوں۔ ایک ٹرکش نیوز ایجنسی کا نمائندہ جو ایئرپورٹ پر موجود تھا پہلے تو دور سے حضور کے فوٹو لیتا رہا پھر آیا اور ادب سے سوال کرتا تھا۔ جب اسے علم ہوا کہ حضور تبلیغ اسلام کے لئے افریقہ تشریف لے جا رہے ہیں تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ ترجمانی کے لئے وہ خود ہی ایئرپورٹ کے کسی ٹرکش افسر کو لے آیا۔

جنیوا

استنبول سے بارہ بجے جنیوا کے لئے روانہ ہوئے۔ تین بجے شام کا وقت تھا۔ کپتان جہاز نے اعلان کیا کہ جنیوا میں برفباری ہو رہی ہے اور عنقریب موسم کے درست ہونے کا امکان نہیں۔ اس لئے جنیوا [illegible] لندن لے جایا جائے گا۔

اس حسن اتفاق نے لندن کے ان احباب کے لئے خوش بختی کا ایک موقعہ پیدا کر دیا جو حضور کی لندن میں موجودگی کی خبر پا کر زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایڈیٹر [illegible] وہاں سے جنیوا آنے کا بندوبست کیا جائیگا مسافر تو پریشان ہو کر فکر کرے۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا اس میں بھی اللہ تعالے کی طرف سے کوئی بہتری مقصود ہوگی۔

لنڈن

لنڈن [illegible] تین بجے پہنچ گئے وہاں ایک گھنٹہ کے قریب توقف فرمایا۔ پھر پی آئی اے والوں نے بی اے سی (B.A.C.) کی نائٹ نمبر B.A-7 سے زیورک پہنچنے کا انتظام کیا۔ جہاز [illegible] وقت کے مطابق سوا چار بجے شام روانہ ہونے والا تھا۔ کہ محترم امام بشیر صاحب رفیق حضور کی لنڈن ایئرپورٹ پر موجودگی کا علم پا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو پہلے علم نہ تھا بلکہ کسی کو بھی پتہ نہ تھا کہ حضور لنڈن بھی تشریف لائیں گے۔ سوئٹزرلینڈ کی جماعت محترم امام مشتاق احمد صاحب باجوہ کی زیر قیادت جنیوا کے ہوائی اڈہ پر سراپا انتظار تھی۔ ان کے علاوہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پریزیڈنٹ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس اور ڈاکٹر آتالوکیسو بھی موجود تھے۔ جہاز زیورک

زیورک

کے ہوائی اڈہ پر ۹ بجے شب پہنچا۔ کچھ احباب جنیوا سے بذریعہ ہوائی جہاز زیورک پہنچ گئے۔ کچھ بذریعہ کار آئے۔ جس وقت حضور مشن ہاؤس پہنچے برفباری ہو رہی تھی۔ اب بھی جس کمرہ میں بیٹھا یہ رپورٹ مرتب کر رہا ہوں اس کی کھڑکی سے برف ہی برف نظر آ رہی ہے۔ اللہ تعالے کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے اگرچہ اس لمبے سفر کی وجہ سے جو سترہ گھنٹے سے زیادہ کا ہے حضور تھکے ہوئے ہیں۔ دل کی دھڑکن کی تکلیف جو کھانا کھانے کے بعد ہو جاتی ہے اچھی ہے۔ سیدہ حضرت بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالے کی طبیعت اچھی ہے۔ نماز مغرب اور عشاء کے بعد محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ڈاکٹر آتالوکیسو، ڈاکٹر آصف اور دیگر احباب کے درمیان حضور دیر تک تشریف فرما رہے۔ حضور تمام احباب جماعت کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا خوشبودار تحفہ بھجواتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ تمام بھائی اور بہنیں اللہ تعالے کے حضور دعا کرتے رہیں کہ وہ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ حضور کے اس خالصۃً دینی سفر کو جو اللہ تعالے ہی کی خاطر اختیار کیا گیا ہے ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت فرمائے اور بہتر ثمرات حسنہ بنائے اور حضور مع خدام بخیر وعافیت اپنے عاشق اور محبوب اور مہجور مرکزی خدام میں واپس تشریف لائیں۔ آمین

اہم دینی اور جماعتی مصروفیات

زیورک میں حضور ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز کی اہم دینی اور جماعتی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے مکرم پرنسپل چوہدری محمد علی صاحب اپنے خط محررہ ۷ اپریل ۱۹۷۰ء میں زیورک سے رقمطراز ہیں:۔

"آج صبح نماز فجر کے معاً بعد حضور ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز زیورک مسجد محمود میں تشریف فرما رہے۔ محترم امام مشتاق احمد صاحب باجوہ نے بعض مشکلات کا ذکر کیا جو تبلیغ اسلام کے راستے میں حائل ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے تقریباً ایک گھنٹہ تک نہایت پُرمعارف اور دلوں کو گرما دینے والی تقریر فرمائی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالے کے فضل سے قبول اسلام اور احمدیت کے لئے فضا سازگار ہو رہی ہے۔ اور لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔

البانیہ کے ڈاکٹر عزالدین حسن صاحب اور ڈاکٹر اسمٰعیل [illegible] صاحب کی والدہ محترمہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ محترم ڈاکٹر آتالوکیسو، اور محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ملاقات کے لئے آئے محترم چوہدری صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے مرتب کردہ تفسیر سورۃ فاتحہ کے ایک ترجمہ کی نظر ثانی فرما رہے ہیں انہوں نے ترجمے کے سلسلہ میں اپنی بعض دقتوں کا ذکر کیا۔ اور حضور سے رہنمائی اور ہدایات لیں۔

ڈاکٹر کیسو صاحب مترجم قرآن نے ظہر کی اذان دی تو دلوں پر عجیب اثر ہوا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ دیکھے بغیر یقین نہیں آ سکتا کہ اسلام نے کس طرح قلوب کو بدلا ہے۔ بظاہر سرسبز لیکن روحانی طور پر بنجر سرزمین یورپ میں کیسے کیسے سرسبز اور خوشبودار خوشگوار اور لذیذ پھلدار درخت اگائے ہیں۔ ڈاکٹر دُوراکووچ آصف (Durakovic) بھی حاضر ہوئے جو یوگوسلاویہ کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں موصوف اپنے چچا صاحب کو آجکل ڈاکٹر مائر کے ملاحظہ کے لئے لائے ہوئے ہیں۔ حضور کی خدمت میں ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ ان کے چچا اومانوویچ کا یہاں اپریشن ہونے والا ہے۔ حضور نے انہیں دیکھ کر فرمایا ان کا جگر خراب معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر آصف نے بتایا کہ ان کا جگر ہی خراب ہے جس کی وجہ سے یہ بیمار ہیں۔

ڈاکٹر آتالوکیسو ظہر کی نماز کے بعد حضور سے اجازت لے کر رخصت ہوئے حضور نے شرف معانقہ عطا فرمایا۔ شام کو محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اجازت کے بعد ہیگ چلے گئے

شیخ ادی سانو نائیجیرین احمدی دوست جو آجکل جرمنی میں رہ رہے ہیں دیوانہ وار حضور کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے ملک نائیجیریا (جہاں حضور تشریف لے جا رہے ہیں) کے پہلے احمدی ہوں جو اس سفر میں حضور کا استقبال کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ اللہ تعالے نے یہ سعادت انہیں دی۔

دعوتِ استقبالیہ

رات مشن ہاؤس میں دعوت استقبالیہ تھی۔ دور دراز علاقوں اور بیرونی ممالک سے احمدی بھائی اور بہنیں [illegible] اپنے آقا کے دیدار کے لئے پہنچے بعض زیر تبلیغ لوگ بھی تھے۔ مشن ہاؤس اور مسجد کے ارد گرد رہنے والے ہمسائے جو کسی زمانہ میں سخت مخالفت ہوا کرتے تھے سب آئے۔ آجکل بہت اچھا تعلق رکھتے ہیں اور محترم امام مشتاق احمد صاحب باجوہ کا ادب کرتے ہیں۔ امام صاحب نے بتایا کہ ٹریفک والے اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ مسجد سے نکلتے وقت ٹریفک گذر رہی ہو اور اشارہ کردوں تو فوراً ٹریفک روک دیتے ہیں تاکہ ہم سوار ہو سکیں

مشن ہاؤس ماشاء اللہ بہت اچھی جگہ واقع ہے اور نہایت صاف ستھرا ہے اور محترم امام صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ آپا [illegible] [illegible] میاں [illegible] اور [illegible] بھائی اور بہنیں حضور کی تشریف آوری پر پھولے نہیں سماتے۔ مکرم چوہدری صاحب جو بہت عرصہ باہر رہے ہیں اور کمزور ہیں فرط مسرت سے جوانوں کی طرح دوڑتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالے ان کو جزائے خیر دے۔

حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالے اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی صحت اللہ تعالے کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور اپنی پیاری جماعت کے تمام محبت بھرا سلام بھجواتے ہیں۔ حضور اپنے ان غلاموں سے مل کر بے حد خوش ہیں اور اپنے ان غلاموں سے جدا ہو کر مغموم بھی ہیں۔ احباب اور بہنیں حضور کی صحت وسلامتی اور کامیاب اور بخیریت مراجعت کے لئے درد مندی کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں۔

لیگوس (مغربی افریقہ)

نائیجیریا کے دار الحکومت لیگوس سے ۱۳ اپریل کو بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے کہ:۔

"سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالے مع قافلہ ۱۱ اپریل کو ہفتہ کے روز بوقت سہ پہر چار بجکر دس منٹ پر بذریعہ ہوائی جہاز خیر و عافیت کے ساتھ فرانکفورٹ سے لیگوس پہنچ گئے۔ ہوائی مستقر پر نہ صرف لیگوس کی مقامی جماعت کے احباب نے بلکہ نائیجیریا کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے احمدی احباب نے اپنے آقا ایدہ اللہ تعالے کا بڑی محبت اور گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ بعد میں حضور ایدہ اللہ کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں احباب جماعت کے علاوہ مختلف ممالک کے سفراء، حکومت کے اعلیٰ افسران، عدالت عالیہ کے جج صاحبان، نامور مسلم زعماء، دیگر معززین اور رؤسائے شہر نے شرکت کر کے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ احباب جماعت بھی اس موقع پر اپنے آقا ایدہ اللہ کے ساتھ ملاقات کے خصوصی شرف سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ۔"

اس طرح اللہ تعالے کے فضل وکرم سے حضور ایدہ اللہ تعالے کے خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر مبنی دورۂ مغربی افریقہ کا عملاً آغاز ہو چکا ہے۔ نائیجیریا مغربی افریقہ کا وہ پہلا ملک ہے جہاں سے حضور نے اپنے اس للّٰہی دورہ کا آغاز فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز حضور مغربی افریقہ کے ممالک میں سے علی الترتیب نائیجیریا، گھانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون کا دورہ فرمائیں گے۔ حضور اس دورہ میں مغربی افریقہ کے جن شہروں میں تشریف لے جائیں گے ان میں لیگوس، کپاتو، ابادان، اکرا، کماسی، ابی جان، منرو ویا، باتھرسٹ، فری ٹاؤن اور بو شامل ہیں۔

براعظم افریقہ کے حصہ میں یہ سعادت پہلی بار آئی ہے کہ امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خلیفہ راشد جو اللہ تعالے کے نشانوں میں سے ایک نشان اور اس زمانہ میں حق تعالے کی ایک زبردست اور محکم برہان ہے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو برکت بخش رہا ہے۔ ایک مقدس ومطہر وجود باوجود اہل افریقہ کو روحانی آزادی سے ہمکنار ہونے اور قرب الٰہی کی راہوں پر چل کر لقائے الٰہی کی منزلیں طے کرنے کی دعوت دینے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے وہاں پہنچا ہے۔ اور آجکل بہ نفس نفیس ان کے درمیان موجود ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

اب جبکہ مغربی افریقہ کے اس تاریخی دورہ کا عملاً آغاز ہو چکا ہے احباب جماعت پہلے سے بھی زیادہ عزم وتہجد اور [illegible] الحاح سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالے اپنے خلیفہ برحق کے اس دورہ کی خالصتہً تبلیغی اور مذہبی اغراض کو تمام وکمال پورا فرمائے [illegible] اپنے فضل سے [illegible] اسے بہترین ثمرات حسنہ بنائے [illegible] بحیثیت مجموعی کل براعظموں میں اسلام غالب آ [illegible] جائے اور حضور ایدہ اللہ تعالے اہل افریقہ کے عظیم [illegible] فتوحات کی جلو میں خیر وعافیت کے ساتھ کامیاب [illegible] مرکز [illegible] تشریف لائیں۔ نیز دعا ہے کہ اللہ تعالے ہمیں حضور کے اس تاریخی سفر کے نتیجہ میں عاید ہونے والی ذمہ داریوں کا کما حقہ احساس کرتے ہوئے انہیں بدل وجان بجا لانے کی ہمت وتوفیق سے نوازے۔ آمین اللہم آمین

قرآنِ حکیم اور اکتشافاتِ اثریّہ

محترم شیخ عبد القادر صاحب لاہور

پیش لفظ

"بائبل اور آثارِ قدیمہ" کے موضوع پر آج تک سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ گزشتہ ایک سو سال کے اکتشافات اثریہ کو بائبل کی رُو سے پرکھا اور جانچا گیا لیکن "قرآنِ حکیم اور اکتشافاتِ اثریہ" پر بہت کم کتابیں لکھی گئیں۔ ایک مفید کتاب "ارض القرآن" ہے لیکن وہ بھی نصف صدی پہلے کے آثار کی بنیاد پر لکھی گئی۔ فضائل القرآن کی اس شاخ کے متعلق حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنے لافانی علم الکلام میں بہت کچھ لکھا اور بیان کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آثارِ قدیمہ کے انکشافات کے پیشِ نظر قرآنِ حکیم سے نئی رہنمائی حاصل کی جائے۔ اگر بائبل اس باب میں رہنما ہے تو قرآنِ حکیم بدرجۂ اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ کتاب تحریف و تبدّل سے کلیتہً پاک ہے۔ اور اس کا ہر ہر لفظ ہمارے آسمانی آقا کے منہ کے بول ہیں۔ اس کتاب میں باطل نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ نہ ماضی کے آثار قرآنی حقائق کا ابطال کر سکتے ہیں نہ مستقبل کے انکشافات

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (حم۔۴۳)

اس پیش لفظ کے ساتھ "قرآنِ حکیم اور اکتشافاتِ اثریہ" کے موضوع پر ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ یہ "سعیٔ ناتمام" مستقل تحقیق کا پیش خیمہ ثابت ہو جائے اور قرآنی انوار کا دائرۂ اشاعت ساری دنیا پر محیط ہو جائے۔ آمین

احقر العباد عبد القادر

قومِ عاد کے متعلق تحقیقِ جدید

مستشرقین اعتراض کرتے ہیں کہ عاد ایک افسانوی قوم ہے۔ نہ اس کا بائیبل میں ذکر ہے نہ کتباتِ بابل میں۔ عرب و حجاز کے آثارِ قدیمہ میں بھی اس قوم کا ذکر مفقود ہے جرمن مستشرق ولہاسن نے اس اعتراض کو بڑے وثوق سے پیش کیا ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں تفصیل ملاحظہ ہو)

افسوس کہ اس باب میں معترضین ولہاسن کی نقل ہی کرتے رہے۔ گزشتہ نصف صدی کے اکتشافاتِ اثریہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا ورنہ بائیبل میں عاد کا ذکر مل جاتا اور کتباتِ بابل میں بھی۔ چشمِ بینا کی ضرورت ہے۔ کاش! کوئی دیکھے اور پھر بات کرے۔ یہ تحقیق اس مختصر نوٹ میں سما نہیں سکتی۔ صرف اشارات پر اکتفا کرتا ہوں

(۱)

قرآنِ حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد کا گہوارہ عرب کے احقاف تھے۔ قرآنِ حکیم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احقافِ عرب زمانۂ عاد میں آج کی طرح محض لق و دق صحرا نہیں تھے بلکہ ان میں خوشنما وادیاں بھی تھیں جن میں چشمے جاری تھے سرسبز و شاداب قطعات بھی تھے۔ یہاں سے

عاد کی ایک شاخ "ارم نہرین" یعنی دوآبۂ دجلہ و فرات میں آبسی۔ احقافِ عرب کے عاد "عاد الاولیٰ" کہلائے اور عراق کے عاد "ارم ذات العماد" تھے۔ یعنی ارم میں بسنے والے۔ اور مینار ہائے بابل بنانے والے عاد۔ پھر کچھ ایسی افتاد پڑی کہ یہ قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ ان کے آخری پیغمبر حضرت ہودؑ تھے جو کہ احقاف میں مبعوث ہوئے عادِ ارم بھی اپنی سرکشی اور فساد فی الارض کے باعث نیست و نابود ہو گئے۔ جنوبی عرب کے احقاف میں سات راتوں اور آٹھ دن کے مسلسل طوفانِ ریگ میں یہ قوم دب کر رہ گئی۔ اس طرح عاد کی وادیاں ریت سے اٹ گئیں۔ فرمایا کہ ان کا ہر نشان مٹ گیا۔ صرف ان کے اُجڑے دیار باقی رہ گئے۔ لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ (احقاف)

(۲)

تورات میں حضرت نوحؑ کے والد کے متعلق لکھا ہے:-

"لمک دو عورتیں بیاہ لایا۔ ایک کا نام عدہ (یا عازہ) تھا۔ اس سے یابل پیدا ہوا۔ وہ ان کا باپ تھا جو خیموں میں رہتے اور جانور پالتے ہیں"

(پیدائش باب ۴ - ۱۹-۲۰)

گویا ریگستانِ عرب کے خیمہ نشین عادہ کی اولاد تھے۔ اس نسبت سے اگر وہ عاد کہلائے ہوں تو کونسا مستبعد امر ہے؟ پھر تورات میں جنوبی عرب کے بنو یقطان کے ایک بزرگ کا نام ہدورام ہے (پیدائش ۱۰/۲۷) اس سے کیوں نہ ارم قبیلہ کے ہود مراد لئے جائیں جو کہ پیغمبر عاد تھے؟ اس طرح عاد اور ہود دونوں کا ذکر مل جاتا ہے۔

(۳)

تورات میں اکاد اور ان کے بادشاہ نمرود کا ذکر ہے (پیدائش ۱۰/۱۱) قرآنِ حکیم نے جس قوم کو عاد کہا ہے تورات نے اسے اکاد کہا ہے۔ اکاد طوفانِ نوح کے بعد ایک عظیم الشان قوم ہو گزری ہے۔

اکاد نام کی وجہ تسمیہ ایک معمّہ ہے جو قرآنِ حکیم کی رہنمائی کے بغیر حل نہیں ہو سکتا قرآنِ مجید میں حضرت ہود کو "اخا عاد" کہا گیا ہے۔ بتا چکا ہوں کہ عاد کی دو شاخیں تھیں احقافِ عرب میں بسنے والے عاد جو "عاد الاولیٰ" کہلاتے تھے اور "عاد ارم ذات العماد" یعنی عراق میں بسنے والے عاد بابل کے عاد اکاد کہلائے۔ کتباتِ بابل میں ان کا یہ نام بہ تکرار آیا ہے۔ اکاد دراصل "اخاعاد" ہے یعنی اخوتِ عاد سے تعلق رکھنے والے لوگ۔ عاد اور اخاعاد ایک ہی قوم کی دو شاخیں تھیں۔ اکاد نام طوفانِ نوح کے بعد کے کتبات میں مسلسل ملتا ہے۔ یہ نام آج تک ایک معمّہ تھا۔ قرآنِ حکیم کے ایک اشارہ نے اسے حل کر دیا۔ نمراد یا نمرود؟ اکادیوں کے بادشاہ کا خطاب تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ اس نام کا پہلا حصّہ تو "نمر" ہے جس کے معنے چیتا کے ہیں۔ چیتا یا شیر بابلی بادشاہ کا نشان تھا۔ دوسرے حصّہ کی عقدہ کشائی ابھی تک نہیں ہو سکی۔ اسے کیوں نہ نمرِ عاد کا مخفّف سمجھا جائے؟ یعنی عاد قوم کا چیتا یا شیر۔ سارگون کو شیر کے روپ میں پیش کیا جاتا تھا جو کہ قوم اکاد کا فرمانروا تھا۔ گویا سارگون وہ عظیم بادشاہ ہے جسے نمرِ عاد یا نمرود کہا گیا۔

(۴)

کتباتِ بابل میں عاد کا بہ تکرار ذکر ہے لیکن اس خطاب کو سمجھا نہیں گیا۔ اسے کوئی اور لفظ بتایا گیا۔ اس کا ترجمہ حروف میں حسبِ منشا ترمیم کرنے کے بعد "باپ" کر دیا گیا۔ اب علمائے اثریات کی آنکھوں سے پٹی اتری ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم غلط ترجمہ کرتے رہے اس خطاب کو علیٰ حالہٖ قائم رکھنا چاہیئے۔ لیکن اس نام کا استعمال کیوں ہوا؟ فرماتے ہیں یہ ایک معمّہ ہے۔ ہم حل کرنے سے قاصر ہیں۔

حال ہی میں ایک بابلی کتبہ (جو کہ سمیرین زبان میں ہے) شائع ہوا ہے۔ سموئیل نوحا کریمر، ماہرِ آثارِ بابلی نے امریکن اورینٹل سوسائٹی کے جرنل میں اس کتبہ کا ترجمہ پیش کیا۔ کتبہ میں ایک فقرہ کا بار بار اعادہ ہے۔ فقرہ یہ ہے:-

"عادا اعذادمذ۔ عادا
شہزادہ۔ عادا بادشاہ"

(عادا) (ada) کے لفظ کے نیچے یہ نوٹ دیا گیا:-

This enigmatic word was translated (with some qualms) by "father" in the monograph, that is as if a-da stood for ad-da. But has been pointed out to me verbally by several scholars this rendering is quite unjustified and it is preferable to leave it untranslated for the present. Journal of the American Oriental Society Volum 88 No. 1 January March 1968 P. 109 Notes

آدا (یا عادا) ایک معمّہ ہے
اس سے قبل کچھ ترجمے کیے تھے اس
کا ترجمہ "باپ" کیا جاتا رہا۔ اس
کے زیر حرف دال کا اضافہ کیا گیا
اور اسے "آدو۔دا" پڑھا گیا
لیکن مجھے بہت سے سکالرز نے
بتایا ہے کہ یہ ترجمہ کلیتہً غلط ہے
اس لئے میں نے اس امر کو ترجیح
دی ہے کہ جب تک یہ معمہ حل
نہیں ہوتا اسے بلا ترجمہ ہی لکھا جائے
آیئے قرآن حکیم کی راہنمائی میں اس
معمہ کو حل کریں۔ سمیری رسم الخط میں عین اور
الف میں کوئی تمیز نہیں تھی۔ علماء آدا کو الف
سے پڑھتے رہے۔ عین سے پڑھیئے تو بات
صاف ہے۔ یہ لفظ دراصل عادا ہے بابلی
زبان میں الفاظ کے آگے حرف علت الف
عام طور پر زائد ہوتا ہے۔ اصل لفظ عاد ہے
یہ اہم معمہ ہے اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔
طوفان نوح کے بعد عاد قوم کا طوطی ایک ہزار
سال تک بولتا رہا۔ اس قوم کے لوگ آقا بھی
تھے۔ شہزادہ۔ اور بادشاہ بھی۔ اس لئے
عادو خداوند۔ عاد شہزادہ۔ عاد بادشاہ کا
اعادہ ہوا۔ اس سے بہتر اور کوئی تشریح نہیں
ہو سکتی۔ بابلی بادشاہوں کے ناموں کے ساتھ
بھی عاد کا لفظ ہم پاتے ہیں مثلاً شمسی عادو۔
بسمہ عادو۔ عادری۔ عادریا وغیرہ۔ شب عاد
مشہور سمیری ملکہ تھی۔

Ancient Iraq by Georges Roux P. 173, 176, 218, 423

کتبات بابل کی یہ شہادت ہمیں بتاتی ہے
کہ قوم عاد کا ذکر آج سے چار پانچ ہزار سال
پہلے مشرق وسطی کی ہر محفل میں تھا۔ اور یہ قوم
زبان حال سے پکار رہی ہے کہ ع
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
قرآن حکیم کی صداقت کا اس سے بڑھ کر
اور ثبوت کیا ہوگا؟ آثار سے یہ بھی پتہ چلتا
ہے کہ یہی قوم "ارم ذات العماد" بھی تھی۔
کتبات عراق میں اکادیوں کو ارامو کہا گیا
ان کے شہر ارامی کا بھی ذکر ہے۔ (ملاحظہ ہو
جارج روکس کی کتاب قدیم عراق ص ۲۹۵)

(۵)

کتبات آشوری میں اندرونی صحرائے عرب
کی عادو۔ آداتو کہا گیا۔ تورات میں ادومہ عرب
کے بدوی قبائل کا نام ہے۔ عادو آداتو کے
معنے بدوی عاد قبائل کے ہیں
ریمنڈ فلپ ڈوہرٹی لکھتے ہیں:۔

Adummatu (A-du-um-ma-tu) is described as belonging to a region "which is in the midst in the desert" a district of thirst in which pasturing and drinking do not exist

The Sea Land of Ancient Arabia by R.P. Dougherty P. 71 and note 224-225

اس حوالہ سے ظاہر ہے آٹھویں صدی قبل
مسیح میں بھی عاد کے بچے کچھے قبائل اندرون عرب
میں آباد تھے۔ ان کا ذکر اس زمانہ کے کتبات میں بھی
ملتا ہے۔ اور بھی بہت سے شواہد قوم عاد کا
پتہ دے رہے ہیں۔ صحرائے عرب میں جہاں آج
زندگی کے آثار مفقود ہیں عادیات (مساکن عاد)
کا ملنا ثبوت ہے اس امر کا کہ یہاں زندگی کا قافلہ
رواں دواں تھا اور کبھی یہ علاقہ بھی سرسبز و
شاداب تھا

جیمس مونٹ گمری نے اپنی کتاب "اریبیا اینڈ
بائیبل" میں ثابت کیا ہے کہ قوم عاد ایک حقیقت ثابتہ
ہے۔ عصر عاد میں احقاف عرب میں وافر پانی موجود
تھا۔ وادیاں، سرسبز قطعات بھی تھے۔ احقاف
عرب میں جہاں آج زندگی بسر کرنا محال ہے۔
آبادیوں کے کھنڈر ریت میں جو کسی زبردست قوم
کے "نقش پا" کی غمازی کرتے ہیں۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ
فرماتے ہیں:۔

"اس آیت سے خیال پڑتا ہے کہ ابھی
زیر خاک ان کے آثار باقی ہیں جبھی تو
فرمایا فتری القوم فیہا صرعیٰ تو
اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھے گا
گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درخت ہیں
اور یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احقاف
اس علاقہ کا نام اس تباہی کے بعد پڑا
کیونکہ آندھی کے سبب شہر ریت کے
تودوں میں دب گئے اور علاقہ میں ٹیلے
ہی ٹیلے نظر آنے لگے (تفسیر کبیر
ہود آیت ۵۱) احقاف .... کے
معنے ریت کے اونچے ٹیلے کے ہوتے ہیں
یہ نام اس قوم کے انجام کی وجہ سے رکھا
گیا ہے۔ ورنہ پہلے تو وہ سرسبز زمین میں
رہتے تھے۔
(تفسیر صغیر احقاف ۲۲ آیت)

قرآن کریم
کتب قیمہ کا خوبصورت گلدستہ

قرآن حکیم کا دعوے ہے کہ یہ آسمانی صحیفہ
اہل کتاب کے اختلافات میں حَکَم بن کر نازل
ہوا ہے۔ تورات وانجیل کی حقیقی تعلیمات، روایات
کے دھندلکوں میں گم ہو گئیں۔ قرآن حکیم میں
"کُتُبٌ قَیِّمَۃ" کا خوبصورت گلدستہ ترتیب
دیا گیا۔ کچھ مثالیں اس مضمون میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

موجودہ تورات میں حیات الآخرہ کا کوئی ذکر
نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو جو صحف دیئے گئے ان میں بنیادی تعلیم
حیات الآخرۃ کی ہے۔ اب ثابت ہوا ہے کہ
تورات کے قدیم ترین متن میں یوم جزاء سزا
کا ذکر موجود تھا۔ یہودی علماء نے متن تورات
سے حرف میم کو حذف کیا اور حیات الآخرۃ
کے ذکر کو کبھی نابود کر دیا۔ عبرانی تورات میں
لکھا ہوا تھا

لیوم ناقام وشلیم
(استثناء ۳۲/۳۵)

کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں انتقام لینے اور بدلہ
دینے یعنی جزا سزا کا ایک دن مقرر ہے "میم"
حذف کر کے اسے یوں بنایا گیا

لی ناقام وشلیم

ترجمہ بایں الفاظ کر دیا گیا:۔
"انتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام
ہوگا"
یعنی ایک میم کی ترمیم سے یَوْمُ الدِّین کا
مفہوم ختم ہو گیا۔ اور دنیوی جزا سزا کا مفہوم
پیدا ہو گیا۔ اس کے بخلاف سامری تورات میں
آج بھی یوم کا لفظ موجود ہے۔
آج سے ۲۲۰۰ سال پہلے ستر علماء نے
تورات کا یونانی ترجمہ کیا جسے سیپٹواجنٹ یعنی
سبعینہ کہتے ہیں۔ ان علماء کے سامنے جو متن تھا
اس میں بھی یوم کا لفظ موجود تھا۔ کیونکہ انہوں نے
یونانی میں اس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔
پیکس تفسیر بائیبل میں لکھا ہے کہ نسخہ
سبعینہ وسامری تورات میں

"For the day of vengeance and of recom-pense"

یعنی یوم جزاء سزا کے مفہوم کا متن موجود ہے
(ص ۲۷۴ کالم ۴ استثناء ۳۲/۳۵)
یہودی عالم گاسٹر نے انسائیکلوپیڈیا آف
اسلام میں سامری فرقہ *Samaritan*
پر جو نوٹ دیا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ سامری
حیات الآخرۃ کے عقیدہ پر راسخ ایمان رکھتے
ہیں۔ وہ دوسرے یہودیوں کو تحریف کا الزام
دیتے ہیں کہ انہوں نے میم کے حرف کو حذف کر
کے ایک عظیم الشان آسمانی صداقت کو جھٹلا دیا
قرآن حکیم نے یہ بھولا ہوا سبق بایں الفاظ
یاد دلایا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۔ اِنَّ
هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۔ صُحُفِ
اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰی (الاعلیٰ)

(۲)

قرآن حکیم نے خلیل اللہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام اور ان کی ملت کو "حنیف" کے
لقب سے یاد کیا ہے۔ اہل کتاب نے اس اعزاز کو
فراموش کر دیا۔ عبرانی اور سریانی لغت میں حنیف
کے معنے گمراہ کے کر دیئے گئے۔ عربی میں حنف
اور جنف دو متخالف معنے رکھنے والے لفظ ہیں
حنف راستی کی طرف مائل ہونا۔ جنف بدی کی طرف
راغب ہونا۔ لیکن عبرانی اور سریانی میں حنف اور
جنف دونوں میں تمیز نہیں کی گئی۔ حنف کے معنے
جنف کے کر دیئے گئے
تورات میں حضرت ابراہیم کے خانوادہ کو حنیف
کہا گیا تھا۔ یہودیوں نے اس کو بدل کر حنوک بنا
بنا دیا (پیدائش ۴/۱۷) اور پھر پریشان ہیں
کہ اب حنوک کے معنے کیا کریں۔ آج انہوں نے
تسلیم کر لیا ہے کہ اس لفظ کا صحیح مفہوم بتانے
سے ہم قاصر ہیں۔
حال ہی میں امریکہ کے یہودیوں نے تورات
کا نیا ترجمہ شائع کیا ہے اس میں وہ حنیک
کے نیچے لکھتے ہیں:۔

Meaning of hebrew hanikh uncertain

کہ حنیک کے معنی غیر یقینی ہیں ہم متعین نہیں کر سکتے
یہ تورات جیوش سوسائٹی آف امریکہ نے ۱۹۶۲ء
میں شائع کی ہے۔
قرآن حکیم نے بتایا کہ ملت ابراہیم حنیف
تھی۔ عبرانی کے قدیم رسم الخط میں حرف فے
اور کاف میں ایک شوشے کا فرق ہے۔ ایک
جنبش قلم سے حنیف کا حنیک ہو گیا اور معنی
بالکل غیر یقینی ہو گئے۔ قرآن حکیم کا یہ کمال
ہے کہ اس نے ملت ابراہیم کے حقیقی خطاب
سے دنیا کو روشناس کیا۔

(۳)

حضرت ادریس علیہ السلام کے نام کے ساتھ
بھی یہی سلوک کیا ان کا نام ادریس تھا اور
خطاب حنیف۔ تورات میں ان کا نام حنوک
آیا ہے۔ یہ بھی دراصل حنیف کا بگاڑ ہے۔
کتبات بابل میں اس پیغمبر کا نام ادریس آیا ہے
(ہسٹری آف اسیریا از سمتھ ص ۶۳) یہودی
کتاب حدیث میں ہے کہ ان کا لقب حنیف تھا
قرائن بتاتے ہیں کہ تورات میں ان کا ذاتی نام
نہیں بلکہ لقب حنیف درج تھا جسے بعد میں حنوک
بنا دیا گیا۔ حنوک کے معنی بھی غیر یقینی ہیں۔ کیوں
نہ سمجھا جائے کہ یہ لفظ بھی دراصل حنیف تھا؟
تورات میں فے اور کاف کا اشتباہ موجود ہے
واؤ اور ی کا اشتباہ تو عام بات ہے۔ حنیف
بگڑ کر حنوک بن گیا۔
آج سے ۲۲۰۰ سال پہلے بیروسس نے
کتبات بابل کی مدد سے بابلونیا کی تاریخ مرتب
کی۔ اس میں اس بزرگ کو جسے تورات نے حنوک
کہا ہے یونانی تلفظ میں "ای دریس کس" کہا
گیا۔ "کس" یونانی لاحقہ ہے اصل نام ادریس ہے
(بائیبل اینڈ سپیڈ ص ۱۹۸)

اسی طرح مشنا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حنوک کو حنیک کا لقب دیا۔ (قرآن لسنڈ بز از جیمز روڈ آخری باب)

ان حوالوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آدم کی ساتویں پشت میں آنے والے پیغمبر کا نام ادریس تھا اور صفاتی نام حنیف۔ اشتباہ حروف کی وجہ سے تورات کے مرتبین نے حنیف کا حنوک بنا دیا۔ بالکل اسی طرح جیسے آلِ ابراہیم کو حنیف کی بجائے حنوک کہہ دیا گیا۔

(۴)

قرآن حکیم میں ہے کہ صحابہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات تورات میں اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ... الخ آئی ہیں۔ موجودہ تورات میں یہ حوالہ چونکہ نہیں ملتا اس لئے مستشرقین معترض تھے کہ قرآن حکیم نے تورات کا حوالہ صحیح نہیں دیا عصرِ حاضر میں نیو ورلڈ ٹرانسلیشن داچ ٹاور بائیبل سوسائٹی کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس ترجمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت بایں الفاظ درج ہے

خدائے یہواہ فاران کے کوہستانی علاقہ سے جلوہ نما ہوا۔ اس کی معیت میں ہزارہا مقدسین ہیں اس کے داہنے ہاتھ پر مردانِ غازی ہیں۔ جو کہ ان (کی امت) سے مشتق ہیں۔ وہ اپنے لوگوں کے لئے رحیم و کریم بھی تھا۔

(استثناء ۳۳/۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت میں جلوۂ فاران کی بشارت میں صحابۂ محمدؐ اور ان کے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان ہوئی ہیں لیکن اس حصہ کا متن اتنا مخدوش تھا کہ تورات کے نئے ترجمہ میں جگہ جگہ حاشیہ میں نوٹ ہیں

The text and meaning are obscure.

کہ متن اور معنے مشتبہ ہیں۔ خاص طور پر آج تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس بشارت میں اشداۃ کا لفظ مرکب ہے۔ لیکن اب نیو ورلڈ ٹرانسلیشن کے حاشیہ میں علماء بائیبل کی نئی تحقیق کا خلاصہ دیا گیا کہ یہ اشش + داۃ نہیں۔ بلکہ ایک ہی لفظ اشداۃ ہے۔ گویا اس کے معنی وہی ہیں جو کہ عربی میں اَشِدَّاء کے ہیں۔ اندریں صورت بشاراتِ تورات کا ترجمہ یوں ہوگا۔

اس کے داہنے ہاتھ پر امت کے اشداۃ ہیں۔ یعنی مردانِ غازی

قرآن حکیم میں وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے الفاظ ہیں۔ دوسرا لفظ حوباب ہے جس کے معنے (Lover) محبت کرنے والے کے کئے جاتے ہیں۔ حوباب عمیم کے معنے محبت کرنے والی امت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابل پر قرآن حکیم میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے الفاظ ہیں۔ بشارتِ تورات کے دوسرے حصہ کا متن بھی قرآن حکیم کے الفاظ کے پیشِ نظر ہم متعین کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے تورات کا قرآنی حوالہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت کی صدائے بازگشت ہے

صحابہ کرامؓ کی یہی صفت زبور داؤد میں بھی بیان ہوئی ہے۔ اس زبور کا عنوان ہے "خدائے یہواہ کی بشارت میرے سید و مولا کے متعلق" اس زبور میں آنے والے عظیم الشان پیغمبر کے متعلق لکھا ہے:۔

"تیری امت کے لوگ تیری فوجی قوت کے مظاہرے کے دن رضاکارانہ طور پر خود کو پیش کرتے ہیں ....
تیرے نوجوان صحابہ جاں نثار بجائے خود قطراتِ شبنم کی مانند ہیں۔

(زبور ۱۱۰ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن۔ حاشیہ پر ثانوی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

You have your youth as dew itself.

یعنی تمہارے پاس ایسے نوجوان ہیں جو کہ بجائے خود شبنم ہیں)

یاد رہے کہ یہود کے ہاں تورات سارے عہد عتیق کا نام ہے۔ قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ قرآن حکیم نے تورات کا حوالہ غلط دیا ہے؟

نویدِ مسیحا میں بشارت

اِسْمُهٗ اَحْمَد

مستشرقین کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض اِسْمُهٗ اَحْمَد کی بشارت پر ہوتا ہے۔ احمد نام سے کوئی بشارت انجیل میں نہیں ملتی اس لئے اہلِ کتاب کا اعتراض یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نعوذ باللہ ایک غلط بات "نویدِ مسیحا" کے طور پر پیش کی ہے۔

صحائفِ قمران کے انکشاف اور کتبات قدیمہ کی شہادت نے یہ اعتراض بھی بڑی حد تک ختم کر دیا ہے قاہرۂ قدیم کے ایک پرانے ہیکل میں صحائفِ قدیمہ کا ایک مخزن ملا ہے اس میں ہزاروں اوراقِ پارینہ برآمد ہوئے۔ ایک نوشتہ صحیفہ دمشق کے نام سے ملا ہے۔ اسی صحیفہ کے اوراق وادیٔ قمران کے غاروں سے بھی ملے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنے اصل کے لحاظ سے یہ صحیفہ قرنِ اول سے تعلق رکھتا ہے۔ اس صحیفہ کے پہلے حصہ میں بعض اہم حوالے اور بشارات کے اقتباسات درج ہیں۔ دوسرے حصہ میں اخوتِ یہود کی تاریخ اور دستورالعمل پیش کیا گیا۔ پہلے حصہ کے متعلق یہودی عالم جیمز رابن نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ یہ دراصل مختلف بشارات کے اقتباس یا ان کی شرح پر مشتمل باب ہے۔ اس باب میں ایک بشارت کا حوالہ بایں الفاظ دیا گیا:۔

دیلود یعیم بیہ مشیحو رُوح

قدشو وهوا ایمة والفروش
شمو شمو تیهم

(صحیفہ دمشق باب اوّل)

(اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح کے توسط سے ایک مقدس روح کے برپا ہونے کی خبر دی اور وہ ایمة (نامی موعود) ہے اور اس کے اس نام کی بنیاد پر اوروں کے بھی نام ہیں یا ہوں گے)

اس حوالہ میں مسیح سے مراد کون ہے؟ اہلِ کتاب متذبذب ہیں۔ کیمبرج کے ڈاکٹر ٹیچر کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ صحیفہ قرونِ اولیٰ کے موحد عیسائیوں کا سرمایۂ افتخار ہے۔ دوسرے علماء اس سے اختلاف کرتے ہیں اور عجیب و غریب تاویلیں پیش کرتے ہیں۔ بشارت بہت واضح ہے۔ حضرت مسیح نے ایک مقدس روح کے برپا ہونے کی خبر دی اس کا نام عبرانی میں ایمة بتایا۔ ایمة میں آخری تے کی آواز تھا اور دال کی آواز کے درمیان ہے۔ ایمة کے معنے ایسی ہستی کے ہیں جس میں تمام خوبی اور ساری سچائی مرتکز ہو۔ عربی میں احمد کے معنی جہاں حامد کے ہیں وہاں بدرجۂ اولیٰ محمود کے ہیں "المحمود احمد" عربی کا ایک قدیم محاورہ ہے۔ یعنی کام کا ارادہ اسے بہت زیادہ قابلِ تعریف بنا دیتا ہے۔ ایمة اور احمد بڑی حد تک ہم معنی اور ہم صوت ہیں۔ انجیل میں بھی ایمة کی صدائے بازگشت ہم پاتے ہیں۔ اس لفظ کا یونانی ترجمہ الیتھیا کر دیا گیا۔ پیلاطوس کے سامنے حضرت مسیح علیہ السلام اعلان کرتے ہیں کہ میری زندگی کا مشن یہ ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں کہ الیتھیا کی گواہی دوں۔ پیلاطوس نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ یا یہ کون ہے؟ (یوحنا ۱۸: ۳۷-۳۸) علماء کہتے ہیں کہ یہاں ایمة کا ترجمہ الیتھیا کیا گیا ہے۔ پیلاطوس کا استعجاب بتاتا ہے کہ حضرت مسیح نے کسی خاص شخصیت کا ذکر کیا ہے۔ اس لفظ کا ترجمہ حق کیا جاتا ہے۔ محض سچائی کے ذکر پر پیلاطوس کا سوال بے معنی ہے۔ قرینہ بتاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے پیلاطوس کے سامنے یہی بتایا تھا کہ میری بعثت کا مشن ایمة یا احمد کی بشارت ہے

واقعۂ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے بعض شاگرد ارضِ کنعان کو چھوڑ کر سرزمینِ حجاز میں داخل ہوئے۔ شام و حجاز کے عرب قبائل میں "احمد" کا لفظ بکثرت مستعمل تھا۔ چنانچہ بعض کتبات ملے ہیں ان میں لفظ "احمد" اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ استعمال ہوا ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام زیر لفظ احمد) مدینہ منورہ کے قرب میں ایک پہاڑی ہے اس میں ایک کتبہ پایا گیا اس میں لکھا تھا کہ حضرت مسیح بلادِ حجاز کے رسول تھے طبری کی تاریخ الرسل میں اس کتبہ کا ذکر ہے ص ۷۲۹

ابن ہشام میں ہے:۔

"حسان بن ثابت کہتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا کہ میں نے سنا کہ ایک یہودی مدینہ کے ایک بلند ٹیلے پر چڑھا ہوا غل مچا رہا ہے یا معشر یہود! یا معشر یہود! یہاں تک کہ جب یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا خرابی ہو تجھ کو۔ کیا ہوا کیوں چیختا ہے؟ اس نے کہا آج رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع کے ساتھ احمد کی ولادت واقع ہونے والی تھی۔

(اردو ترجمہ ص ۱۰۲)

دلائل النبوۃ میں ہے کہ یثرب کے تمام یہودی یہی سمجھتے تھے کہ احمد کا زمانہ قریب آ گیا ہے (ص ۱۸) ظاہر ہے کہ ارضِ حجاز میں احمد نامی موعود کا آنا یقینی تھا۔ قرائن بتاتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام حجاز میں آئے تو آپ نے اسی نام سے بشارت دی اور بتایا کہ وہ موعود فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونے والا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ میں اپنے پدرِ بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

آج سے ایک ہزار سال پہلے ایک سریانی صحیفہ کا تذکرہ علامہ عبدالجبار نے اپنی کتاب میں پیش کیا۔ علامہ عبدالجبار کی عربی کتاب کا انکشاف حال میں ہوا ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ واقعۂ صلیب کے بعد نصاریٰ جزیرۃ العرب اور عراق میں موصل کی طرف بھاگ گئے تھے۔ طبری میں ہے حضرت مسیح بھی بلادِ حجاز میں آ گئے تھے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت مسیحؑ فریضۂ حج کے لئے تشریف لائے حواریانِ مسیح ارضِ حرم میں احتراماً پا برہنہ چلے۔ یہ سب باتیں بتا رہی ہیں کہ حجاز میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے بعض شاگرد آئے تھے۔ آپ نے بلادِ حجاز میں احمد نامی موعود کی منادی کی تھی۔ کنعان میں چونکہ احمد کا لفظ نہیں بلکہ اس کا بدل ایمة تھا۔ لسانِ قوم کی رعایت سے بشارت کے الفاظ "شمو ایمة" ہو گئے۔ یعنی اس کا نام ایمة (احمد) ہوگا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے اس کا ترجمہ حق کر دیا۔ اس طرح بشارت احمد جو کہ نویدِ مسیحا مرکزی نکتہ تھی۔ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

یونانی انجیل میں نبیٔ موعود کو پاراکلیت کہا گیا۔ اسے اگر پیری کلیت پڑھا جائے تو اس کے معنے بھی احمد کے ہیں۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ اسمہ احمد کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے . . . . . . مروجہ اناجیل میں "فارقلیط" کی خبر دی گئی ہے۔ جس کے معنی "احمد" ہی کے بنتے ہیں۔ پس اس آیت میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ اور آپؐ کے ایک بروز کی جس کا ذکر اگلی سورۃ میں (وَّآخَرِينَ مِنْهُمْ کے الفاظ میں) ہے بالواسطہ خبر دی گئی ہے"

(تفسیر صغیر)

ظاہر ہے کہ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کی بشارت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں بعثتوں پر حاوی ہے۔ حضورؐ کی بعثتِ اولیٰ احمد اور محمد ناموں کی جامع تھی۔ لیکن غالب اسم محمدؐ تھا۔ دوسری بعثت میں احمدیت کا کامل جلوہ مقدر تھا۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آسمانی رمز کی طرف توجہ دلائی۔ "الامام المہدیؑ" کا نام "احمد" اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ صحیفۂ دمشق کی بشارت میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اسم ایمہ یسلے (احمد) کے مطابق اور لوگوں کے نام بھی ہوں گے۔ یعنی اس نام کے اظلال پیدا ہوں گے۔ احمد سرہندیؒ، سید احمد شہیدؒ اور آخر میں اسمِ احمد کے بروزِ کامل "الامام المہدیؑ" یہ سب وجود اسی نام کے معنوی اظلال ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٭

قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں

فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے کسی حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا تم پر گواہی نہ دے۔ تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔

(کشتی نوح صفحہ ۲۱ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

٭ ٭ ٭

۲۔ علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیاتِ قرآنی کا ناسخ قرار دیا ہے۔ . . . . . لیکن حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔

(الحق لدھیانہ صفحہ ۹۱ مطبوعہ جولائی ۱۸۹۱ء)

قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں

علماءِ عرب کی طرف سے احمدیہ مسلک کی تائید

از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلادِ عربیہ

— ۱ —

بعض علمائے اسلام نے قرآنی آیات میں ظاہری تعارض و تضاد کو دیکھتے ہوئے ناسخ و منسوخ کا نظریہ اختیار کر لیا۔ اس مسئلہ میں ذاتی ذوق اور اجتہاد نے آیات ناسخہ و منسوخہ کی تعداد میں بھی اختلاف پیدا کر دیا۔ اس خطرناک غلط فہمی نے ایک طرف بہائیوں کو اس پروپیگنڈا پر آمادہ کیا کہ جب خود علماءِ اسلام قرآن مجید میں بعض آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں تو کیوں نہ ہم یہ سمجھ لیں کہ زمانہ کے نئے تقاضوں کے مطابق اب نئی شریعت جاری ہو گئی ہے۔ دوسری طرف عیسائیت نے اس غلط نظریہ اور اجتہاد کو اسلام کے خلاف بطور حربہ کے استعمال کیا اور اسلام کے اذکار و افکار کی تحقیر کی۔ اور مسیحی افکار و نظریات کی عظمت ثابت کی۔ اس انتہائی گمراہ کن نظریہ کا غلط استنباط قرآن کریم کی اس آیت سے کیا جاتا ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

یعنی جس کسی امر کو بھی ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسا ہی ہم لے آتے ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک امر پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق میں خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کی فضیلت و برتری کا اظہار کرتے ہوئے اہلِ کتاب اور مشرکین کی اندرونی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے کہ ان کو نزولِ قرآن سے صدمہ اور دکھ پہنچا ہے۔ کہ قرآن جیسی عظیم کتاب کا نزول کیوں ہوا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت سے پہلے سابقہ شرائع کی منسوخی کا ذکر ہے اور واضح کیا ہے کہ قرآنی احکام و ارشادات حقانیت اور دائمی صداقت پر مشتمل ہیں۔ اس لئے قرآن سابقہ شریعت کے احکام کو منسوخ کرتا ہے۔ اور یہی وہ عام اور واضح مفہوم ہے جو اس آیت سے پہلے کی آیت میں صراحتِ تامہ سے مذکور ہے فرمایا:-

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(سورہ بقرہ آیت ۱۰۶)

یعنی اہلِ کتاب اور مشرکوں میں سے جنہوں نے انکار کیا ہے وہ ہرگز دل سے نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کسی قسم کی برکت نازل کی جائے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت میں بڑی وضاحت سے یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین اور منکرینِ اسلام نزولِ قرآن سے حسد کرنے لگے تھے۔ اور ان کو یہ امر شاق گزر رہا تھا۔ مگر قرآن کریم نے نہایت لطیف پیرایہ میں ان سے کہا ہے کہ قرآنی تعلیم و احکام تمہاری تعلیم و احکام سے زیادہ خیر و برکت کا باعث ہیں۔

— ۲ —

قرآنی آیت کے منسوخ ہونے کا مسئلہ ایسا بیہودہ اور غیر معقول ہے کہ عقل و نقل اس کی تردید و تکذیب کر رہی ہے۔ قرآنِ مجید کی کئی آیات اس کو باطل کر رہی ہیں۔ مثلاً خدا تعالےٰ فرماتا ہے:-

۱۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

یعنی یہ قرآن ان امور کو بیان کرتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔

۲۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

یقیناً ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

۳۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

کیوں نہیں یہ لوگ قرآنی تعلیمات پر غور کرتے۔ اگر یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے

۴۔ الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

یعنی اللہ تعالےٰ جاننے والا اور حالات کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کی سب آیات محکم ہیں۔ پھر حکیم اور خبیر خدا کی طرف سے اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔

آیات بالا میں قرآنِ کریم میں ہر قسم کے اختلاف، تعارض اور تضاد کی نفی کی گئی ہے۔ افسوس اور صد افسوس کہ ان آیات کے ہوتے ہوئے قرآنِ کریم کی بعض آیات کو منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ فیا للاسف

— ۳ —

عقیدہ نسخ کے غیر معقول اور من گھڑت ہونے کا عقلی ثبوت یہ بھی ہے کہ منسوخ آیات کی تعداد اور تعیین میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں بعض پانچ صد آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور بعض تین سو اور بعض دو سو بیس اور بعض بیس۔ اور بعض صرف پانچ۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان آیات کے نسخ اور عدمِ نسخ کے بارہ میں مفسرین اور علماء میں باہمی اختلاف ہے۔ اور ان کی مختلف توجیہات کی جاتی ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور کتاب اتقان میں صرف بیس آیات کا منسوخ ہونا تحریر کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے علامہ سیوطی کی بیس آیات میں سے پندرہ کو حل کر دیا مگر صرف پانچ آیات میں وہ تطبیق نہ دے سکے۔ اس بناء پر ان کا یہ خیال تھا کہ صرف پانچ آیات منسوخ ہیں چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:-

علی ما حررت لا یتعین النسخ الا فی خمس آیات (فوز الکبیر)

کہ میری تحریر کے مطابق صرف پانچ آیات میں نسخ ہے

مصر میں ایک کتاب الناسخ والمنسوخ ابو جعفر احمد بن اسمٰعیل نے تحریر کی ہے جس کا زمانہ تیسری صدی ہجری متعین کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ۲۵۷ آیات کو نسخ میں شمار کیا گیا ہے

مندرجہ بالا حقائق کی بناء پر یہ اظہار کرنا مبنی بر حقیقت ہے کہ قرآنی آیات میں عقیدۂ نسخ محض ذاتی رائے اور ذوق پر مبنی ہے۔

— ۴ —

بانیٔ احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

علیہ السلام نے عقیدہ نسخ فی القرآن کو ناجائز قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:۔
"علماء نے مسامحت کی رُو سے بعض احادیث کو بعض آیات قرآنی کا ناسخ قرار دیا ہے ..... لیکن حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے"
(الحق صـ۹۱)

پھر آپؑ نشانِ آسمانی میں فرماتے ہیں:۔
"قرآنِ کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ بھی منسوخ نہیں ہو گا"

عقیدہ ناسخ و منسوخ فی القرآن نے مخالفین اور معاندینِ اسلام کو اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت دلائی۔ مگر بانیٔ احمدیت کے صحیح نظریہ کی اشاعت کی وجہ سے اب اس عقیدہ میں جوش و خروش نہیں رہا۔ اور اب اس عقیدہ کو تعلیم یافتہ طبقہ چھوڑ رہا ہے بلکہ اس عقیدہ کو لاعلمی جہالت اور گستاخی سے موسوم کیا جا رہا ہے

(الف) چنانچہ مشہور مصری عالم الاستاذ عبد المتعال الجبری نے ایک کتاب "النسخ فی الشریعۃ الاسلامیہ کما افہمہ" تحریر کی ہے مذکورہ بالا کتاب ایک تحقیقی مقالہ ہے جو موصوف نے قاہرہ یونیورسٹی کو پیش کیا۔ اس کتاب کے ٹائیٹل پیج پر مصنف نے تین عنوانات تحریر کئے ہیں جو اس کتاب کا خلاصہ ہیں

۱۔ لا منسوخ فی القرآن۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں

۲۔ ولا نسخ فی السنّۃ المنزلۃ سنّتِ ربانی میں قطعاً نسخ نہیں ہے

۳۔ ابدع تشریع فیما قیل انّہ منسوخ۔ بہترین قانونِ شریعت جسے منسوخ قرار دیا گیا۔

کتاب کے آخر میں مصنف تحریر کرتا ہے
اثبات ان الایات التی قیل بنسخہا نحن فی حاجۃ ماسۃ الیہا وقد سبقنا الی العمل بہا ارقی بلدان العالم وانّہا تتضمّن ارقی المبادی الاجتماعیۃ

مزعومہ آیاتِ منسوخہ کے متعلق ثابت کیا گیا ہے کہ ہمیں ان کی اشد ضرورت ہے ترقی یافتہ ممالک، ان احکام پر عمل کرنے میں سبقت لے گئے ہیں اور یہ آیات بلند و بالا اجتماعی اصول پر مبنی ہیں۔

(ب) بیروت (لبنان) کی مشہور علمی شخصیت ڈاکٹر صبحی صالح نے "علوم القرآن" کتاب تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے تقریباً ایک صد کتب کے مصادر تحریر کئے ہیں جن کو مصنف نے زیرِ نظر رکھا ہے۔ اختلاف و اتفاق کی بحث الگ ہے۔ مگر یہ کتاب اسلامیات میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کی افادیت واضح ہے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ شائع ہوا ہے چنانچہ کتاب مذکور کے دیباچہ میں "ناسخ و منسوخ" کے متعلق مصنف تحریر کرتا ہے:۔

"جن متقدمین نے ناسخ و منسوخ کی بحث میں عجیب طرح کی مبالغہ آمیزی سے کام لیا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ تائیدِ ایزدی ان کے شاملِ حال نہ تھی۔ اس بحث میں انہوں نے بہت سے مفہومات کو باہم خلط ملط کر دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے لوگ اس امر میں فرق نہ کر سکے کہ جو خداوند تعالیٰ اور جو انسان کی جانب منسوب ہو دونوں کے مابین کیا فرق و امتیاز پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ نسخ اور تخصیص، نسخ اور بداء النسخ اور انساءِ نسخِ احکام اور نسخِ اخبار کے درمیان فرق نہ کر سکے۔ ان کے غلو اور مبالغہ نے ہمیں اس بات پر آمادہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے معجزہ متواتر کلام کو ان کے عجیب و غریب اقوال سے جو کسی طرح بھی قرینِ عقل و منطق نہیں ہیں پاک اور بلند خیال کریں"

یہی مصنف ناسخ و منسوخ کے موضوع پر فصلِ ششم میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتا ہے:۔
"قائلینِ نسخ کی مبالغہ آمیزی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ ایک آیت کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ کر ایک حصہ کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ مثلاً آیت قرآنی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (مائدہ ۱۰۶) کے آخری حصہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دی گئی ہے۔ بخلاف ازیں آغازِ آیت صرف اپنے آپ کی اصلاح کے حکم پر مشتمل ہے اس لئے بقول ابن العربی آیت ہذا کا آخری حصہ اولین حصہ کا ناسخ ہے۔

ناسخ و منسوخ آیات کے بارے میں بعض علماء کے مبالغات بداہت اور عقل و منطق سے بھی ٹکراتے ہیں۔ ھبۃ اللہ بن سلامہ ہی کو دیکھئے سورۃ الدّھر پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سورۃ محکم (غیر منسوخ) ہے۔ البتہ اس کی دو آیتیں اور تیسری آیت کا کچھ حصہ منسوخ ہے۔ وہ پہلے اس آیت کا ذکر کرتے ہیں جس کا ایک جزء منسوخ ہے۔ فرمانے لگے کہ آیت

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا" میں "اسیراً" کا لفظ منسوخ ہے "اَسیراً" کے لفظ سے مشرک قیدی مراد تھے۔ اب مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے کا حکم آیتِ السیف (یعنی فاقتلوا المشرکین۔ سورہ توبہ) سے منسوخ ہو چکا ہے۔ جب ابن سلامہ کو ان کی کتاب الناسخ والمنسوخ پڑھ کر سنائی گئی تو ان کی بیٹی سن رہی تھی۔ جب قاری اس مقام پر پہنچا جہاں قیدی کا ذکر کیا گیا تھا تو ان کی بیٹی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس کے والد نسخ کے شوق میں ایک اخلاقی ضابطہ بھول گئے۔ جو نہ صرف دینِ اسلام بلکہ جملہ ادیان میں مسلم ہے۔ بیٹی کہنے لگی آپ نے

اس کتاب میں غلطی کی ہے۔ کہنے لگے کیونکر بیٹی؟ کہا کیا سب مسلمانوں کا اس پر اجماع نہیں ہے کہ قیدی کو کھانا کھلایا جائے اور اسے بھوکا نہ رکھا جائے؟ ابن سلامہ نے کہا آپ نے بجا کہا۔"

الغرض عقیدۂ نسخ عقل و نقل کے خلاف ہے اور من گھڑت مسئلہ ہے۔ اور یہ غلط اجتہاد پر مبنی ہے۔ اور یہ حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

اس مسئلہ میں یہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عظیم علمی فتح ہے۔ کہ آپؑ کا پیش کردہ نظریہ ہی صحیح ہے۔ اور آج اہلِ فکر و نظر اس نظریہ کو صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔ اور آئندہ انشاء اللہ ساری اسلامی دنیا اس نظریے کو تسلیم کر لے گی۔ کیونکہ یہی خدائے قادر کی تقدیر ہے۔

قرآن پاک کے بارہ میں غیر مسلم محققین کی چند آراء

وَالْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ

۱۔ "جس قدر ہم قرآن مجید کے قریب پہنچتے ہیں وہ ہمیشہ ایک اعلیٰ حالت میں معلوم ہوتا ہے وہ ہمیں بتدریج فریفتہ کر لیتا ہے اور ایک حیرت میں ڈالتا جاتا ہے اور آخرکار ایک نفرت آمیز تحیر میں ڈال دیتا ہے"
(مشہور جرمن فاضل مسٹر گوئٹے)

۲۔ "یہ بات کہ بہترین عرب مصنف کبھی قرآن جیسا اعلیٰ درجہ کا کلام پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا کوئی تعجب کی بات نہیں"
(پامر کی تمہید انگریزی ترجمۃ القرآن)

۳۔ "یہ ایک معجزہ ہے جس کا محمد صلعم کو دعوٰی ہے۔ وہ اسے اپنا زندہ معجزہ کہتے ہیں اور فی الحقیقت یہ ایک معجزہ ہے"
(باسورتھ کی لائف آف محمدؐ)

۴۔ "اثر ڈالنے کی طاقت میں، بلاغت میں بلکہ ترتیبِ لفظی میں بھی قرآن بے مثل ہے"
(ہرشفیلڈ)

۵۔ "اور اسی کے ذریعہ ہی سے اسلامی دنیا میں علوم کے تمام شعبوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی"
(ہرشفیلڈ)

۶۔ "ایک علمی تصنیف ہونے کی حیثیت میں اس کا موازنہ کسی فرضی ذوق کی بناء پر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس اثر کی بناء پر ہونا چاہیئے جو اس نے (محمد صلعم کے) ہم عصروں اور اہلِ ملک کے دلوں پر کیا"
(سٹیفن گاس ہیوز ڈکشنری آف اسلام)

۷۔ "اگر ہم ان مضامین کی رنگا رنگی اور تنوع کو مدنظر رکھیں جن پر قرآن بحث کرتا ہے تو طرزِ بیان ایک ہی ہونے کی توقع رکھنا غلط ہے بلکہ برعکس اس کے ایسے حالات میں ایک ہی طرزِ بیان بالکل بے محل ہوتا"
(ڈاکٹر سٹیفن گاس)

۸۔ "یہ اعتراف عیسائی محققین کا موجب ہے کہ قرآن کریم دنیا کی تمام مذہبی کتب سے زیادہ پڑھی جانے والی مقبولِ عام کتاب ہے"
(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

۹۔ "قرآنِ کریم میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد جزاء سزا ضروری ہے اور انسان کے الفاظ خیالات اور آنکھوں کے افعال کا حساب ہوگا اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت اور اس سے دعا کرنا اور اس کے سامنے عاجزی و انکساری و تذلل اختیار کرنا پسندیدہ امر ہے"
(جے۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ سٹارٹ)

۱۰۔ "قرآن شریف جو بے حد قوت اور سرچشمۂ اعمال سے لبریز ہے اور جس میں محمد (صلعم) کے اخلاق اور قانون کو وضع کرنے اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کا رنگ منعکس ہے کا اندازہ اس انقلاب سے لگایا جا سکتا ہے جو قرآنِ کریم کے ذریعہ سے لوگوں کے رسومات اور ان کے عقائد میں طوعاً و کرہاً برپا ہوا۔"
(راڈول کا دیباچۂ قرآن)

(باقی صفحہ ۱ کالم ۴ پر)

اُردو ادب کے مایۂ ناز انشاپرداز علّامہ نیاز فتحپوری کی نظر میں

قرآنِ مجید کی ایک عظیم الشّان تفسیر ـــــ تفسیرِ کبیر

"میرے نزدیک یہ اُردو میں بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کر سکتی ہے" (نیاز فتحپوری)

علّامہ نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری مرحوم کی شہرۂ آفاق شخصیت دنیائے علم و ادب میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ میدانِ تحریر اور دنیائے ادب میں آپ نے اپنے زورِ قلم، تبحرِ علمی اور فراست میں جو بلند مقام تھا اس کا اعتراف وہ لوگ بھی کرنے پر مجبور رہے جو متعدد امور میں آپ سے اختلافِ رائے رکھتے تھے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے محترم موصوف کو تحریکِ احمدیت کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے اور کمال جرأت و خود اعتمادی کے ساتھ اپنے مبنی بر حقائق خیالات کا اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کے دوسرے لٹریچر کے علاوہ سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکتہ الآرا تصنیف "تفسیرِ کبیر" کی متعدد جلدیں بھی آپ نے بڑے شغف و انہماک سے زیرِ مطالعہ رکھیں۔ دوران میں آپ نے تفسیرِ کبیر کے عظیم الشان حقائق و معارف سے متاثر ہو کر اپنے کئی مکتوبات میں اس کی علو شان کا اعتراف کیا۔ ذیل کا جائزہ اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ جس میں علّامہ موصوف کے قلمِ حقیقت رقم کی جرأت و بیباکی نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے ـــــ ایڈیٹر

تفسیرِ کبیر کی جلد سوم کے مطالعہ کے دوران میں آپ نے مورخہ ۵ ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو جو مکتوب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ارسال فرمایا وہ درج ذیل ہے:-

"مخدومی الاعز　　السلام علیکم

حضرتؓ کی تفسیرِ کبیر جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے۔ اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کا تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا کل سورۂ ہود کی تفسیر میں آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا۔ اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے الگ بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر زندہ و سلامت رکھے۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک خلش ضرور باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ حلِ لغات کے تحت آپ نے ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ میں لفظ اَطْھَرُ کی وضاحت نہیں فرمائی اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت لوطؑ اپنی بیٹیوں کو بطور یرغمال یا ضمانت پیش کرنا چاہتے تھے تو **اَطْھَرُ لَکُمْ** لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ لفظ اَطْھَرُ سے "موزوں یا مناسب" ہونے کا مفہوم پیدا نہیں ہوتا جو سیاق و سباق کا اقتضا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس وقت جبکہ حضرتؓ کا مزاج ناساز ہے میرا یہ سوال کرنا کس حد تک مناسب ہے تاہم اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ آپ اس باب میں کسی اور ذریعہ یا حوالہ سے مجھے مطمئن کر سکیں یہ جسارت کر رہا ہوں اور معذرت خواہ ہوں۔

مجھے معلوم نہیں کہ یہ تفسیر مکمل ہو چکی ہے یا نہیں۔ اگر ہو چکی ہے تو اس کی تمام جلدیں ورنہ جتنی بھی شائع ہو چکی ہیں کسی ذریعہ سے مجھ تک پہنچا دیجئے۔ ان کی قیمت میں ادا کر دونگا۔

جو جلد میرے پیشِ نظر ہے وہ یہیں مولوی خیر الدین سے میں نے مستعار لی ہے، جسے مجھ کو واپس کرنا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ تفسیر مجھ سے کبھی جدا نہ ہو۔ اور وقتاً فوقتاً آپ کے ارشادات سے قارئینِ نگار کو آگاہ کرتا رہوں۔

آپ کی صحت و عافیت کا دعاگو

نیاز فتحپوری

نوٹ۔ علامہ نیاز فتحپوری نے اپنے مذکورہ بالا خط میں جس خلش کا اظہار کیا تھا اس کی توضیح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری نے موصوف کو بذریعہ ڈاک ارسال کر دی (ملاحظہ ہو کتاب "ملاحظات نیاز فتحپوری" شائع کردہ جماعت احمدیہ کراچی)

اسی ضمن میں وقتاً فوقتاً علامہ موصوف کی طرف سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جو مکتوب موصول ہوتے رہے ان میں بھی آپ تفسیرِ کبیر کا ذکر اکثر فرماتے رہے۔ چنانچہ اپنے ۲۸ ر ستمبر ۱۹۵۹ء کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیر آجکل دیکھ رہا ہوں اور ان کے تبحرِ علمی کی خاموش داد دے رہا ہوں۔ معلوم نہیں یہ تفسیر مکمل ہو گئی ہے یا نہیں"

۱۲ ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ

"..... تفسیرِ کبیر دیکھنے کی چیز نہیں، حرزِ جاں بنانے کی چیز ہے۔ آپ نے اس کی فراہمی کا وعدہ کر کے حیاتِ تازہ بخش دی

شکرِ نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

جی تو یہی چاہتا ہے کہ جلد از جلد یہ سرمایۂ حیات ہاتھ آ جائے۔ لیکن آپ سے یہ التجا کرنا کہ آپ اپنے کتب خانہ کے نسخے مجھے بھیج دیں غالباً ناروا جسارت ہو گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ جو نسخے ربوہ سے لائیں وہ اپنے پاس رکھ لیں اور اپنے نسخے مجھے بھیج دیں۔ بہرحال مجھے تو مکمل تفسیر چاہیئے خواہ آپ عنایت فرمائیں خواہ آستانۂ حضرت سے عطا ہو"

موصوف کی شدید خواہش کے پیشِ نظر نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان نے تفسیرِ کبیر کی بقیہ جلدوں کی ترسیل کا اہتمام بھی کیا۔ چنانچہ محترم موصوف ان کی وصولیابی کی اطلاع دیتے ہوئے اپنے ۱۲ ر نومبر ۱۹۵۹ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:-

"تفسیرِ کبیر کی چار جلدیں آپ کی طرف سے اور چار جلدیں ربوہ کی طرف سے ملیں۔

شکرِ نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو"

تفسیرِ کبیر کے مطالعہ کے دوران موصوف نے اپنے تاثر کا اظہار اپنے مکتوب مورخہ ۲ ر جون ۱۹۶۰ء میں بایں الفاظ کیا:-

"اس دوران میں تفسیرِ کبیر برابر پیشِ نظر رہی۔ اور رات کو بالالتزام اسے دیکھتا ہوں میں نے اسے کیسا پایا؟ یہ بڑی تفصیل طلب بات ہے۔ لیکن مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ میرے نزدیک یہ اردو میں بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کر سکتی ہے۔

..... معلوم نہیں تفسیرِ کبیر کی تحریر و تدوین کا سلسلہ جاری ہے یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو مکمل ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس کے ساتھ اس کا خلاصہ بھی شائع ہونا چاہیئے تا وہ ہر شخص کے ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کے ادارہ نے اس تفسیر کے ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی سرانجام دی ہے وہ اتنی بلند ہے کہ آپ کے مخالف بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

خاکسار نیاز"

اسی طرح آپ ۷ ر مارچ ۱۹۶۰ء کے مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ

"مکرمی　　السلام علیکم

بڑی خوشی ہوئی یہ سُن کر کہ تفسیرِ کبیر کی تدوین کا سلسلہ جاری ہے۔ بڑی عجیب چیز ہے۔ اس کا ذکر ضرور نگار میں کروں گا

خاکسار نیاز"

غیر مسلم محققین کی آرا

ـــ (بقیہ از صفحہ ۱) ـــ

۱۱۔ "قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے"

(ڈاکٹر سموئیل جانسن)

۱۲۔ "قرآن میں عقاید، اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ عدالت، حربی انتظامات، مالیات اور نہایت محتاط قانون عزبار وغیرہ کی بنیادیں خدائے واحد کے یقین پر رکھی گئی ہیں"

(ششٹف گریہل)

۱۳۔ "قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے۔ جو ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح راہ نمائی اور الہامی حکمتوں سے معمور ہیں"

(جی ایم راڈویل)

علیہ السلام نے عقیدہ نسخ فی القرآن کو ناجائز قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"علماء نے مسامحت کی رُو سے بعض احادیث کو بعض آیات قرآنی کا ناسخ قرار دیا ہے .... لیکن حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے"

(الحق صفحہ ۹۱)

پھر آپؑ نشانِ آسمانی میں فرماتے ہیں:۔

"قرآنِ کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ بھی منسوخ نہیں ہوگا"

عقیدہ ناسخ و منسوخ فی القرآن نے مخالفین اور معاندینِ اسلام کو اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت دلائی۔ مگر بانیٔ احمدیت کے صحیح نظریہ کی اشاعت کی وجہ سے اب اس عقیدہ کا جوش و خروش نہیں رہا۔ اور اب اس عقیدہ کو تعلیم یافتہ طبقہ چھوڑ رہا ہے بلکہ اس عقیدہ کو لاعلمی جہالت اور گستاخی سے موسوم کیا جا رہا ہے

(الف) چنانچہ مشہور مصری عالم الاستاذ عبد المتعال الجبری نے ایک کتاب "النسخ فی الشریعۃ الاسلامیہ کما افہمہ" تحریر کی ہے مذکورہ بالا کتاب ایک تحقیقی مقالہ ہے جو موصوف نے قاہرہ یونیورسٹی کو پیش کیا۔ اس کتاب کے ٹائیٹل پیج پر مصنف نے تین عنوانات تحریر کئے ہیں جو اس کتاب کا خلاصہ ہیں

۱۔ لا منسوخ فی القرآن۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں

۲۔ ولا نسخ فی السنّۃ المنزلۃ سنّتِ ربانی میں قطعاً نسخ نہیں ہے

۳۔ ابدع تشریع فیما قیل انّہ منسوخ۔ بہترین قانونِ شریعت جسے منسوخ قرار دیا گیا۔

کتاب کے آخر میں مصنف تحریر کرتا ہے

اثبات ان الایات التی قیل بنسخھا نحن فی حاجۃ ماسۃ الیھا وقد سبقنا الی العمل بھا ارقیٰ بلدان العالم وانّھا تتضمّن ارقی المبادی الاجتماعیۃ

مزعومہ آیاتِ منسوخہ کے متعلق ثابت کیا گیا ہے کہ ہمیں ان کی اشد ضرورت ہے ترقی یافتہ ممالک ان احکام پر عمل کرنے میں سبقت لے گئے ہیں اور یہ آیات بلند و بالا اجتماعی اصول پر مبنی ہیں۔

(ب) بیروت (لبنان) کی مشہور علمی شخصیت ڈاکٹر صبحی صالح نے "علوم القرآن" کتاب تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے تقریباً ایک صد کتب کے مصادر تحریر کئے ہیں جن کو مصنف نے زیرِ نظر رکھا ہے۔ اختلاف و اتفاق کی بحث الگ ہے۔ مگر یہ کتاب اسلامیات میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کی افادیت واضح ہے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ شائع ہوا ہے چنانچہ کتاب مذکور کے دیباچہ میں "ناسخ و منسوخ" کے متعلق مصنف تحریر کرتا ہے:۔

"جن متقدمین نے ناسخ و منسوخ کی بحث میں عجیب طرح کی مبالغہ آمیزی سے کام لیا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ تائید ایزدی ان کے شاملِ حال نہ تھی۔ اس بحث میں انہوں نے بہت سے مفہومات کو باہم خلط ملط کر دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے لوگ اس امر میں فرق نہ کر سکے کہ جو خداوند تعالےٰ اور جو انسان کی جانب منسوب ہو دونوں کے مابین کیا فرق و امتیاز پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ نسخ اور تخصیص، نسخ اور بداء النسخ اور انساء نسخ احکام اور نسخ اخبار کے درمیان فرق نہ کر سکے۔ ان کے غلو اور مبالغہ نے ہمیں اس بات پر آمادہ کیا کہ ہم اللہ تعالےٰ کے معجزہ متواتر کلام کو ان کے عجیب و غریب اقوال سے جو کسی طرح بھی قرینِ عقل و منطق نہیں ہیں پاک اور بلند خیال کریں"

یہی مصنف ناسخ و منسوخ کے موضوع پر فصلِ ششم میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتا ہے:۔

"قائلینِ نسخ کی مبالغہ آمیزی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ ایک آیت کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ کر ایک حصہ کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ مثلاً آیت قرآنی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (مائدہ ۱۰۶) کے آخری حصہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دی گئی ہے۔ بخلاف ازیں آغازِ آیت صرف اپنے آپ کی اصلاح کے حکم پر مشتمل ہے بس یہ بقول ابن العربی آیت ہذا کا آخری حصہ اولین حصہ کا ناسخ ہے۔

ناسخ و منسوخ آیات کے بارے میں بعض علماء کے مبالغات بداہت اور عقل و منطق سے بھی ٹکراتے ہیں۔ ھبۃ اللہ بن سلامہ ہی کو دیکھئے سورۃ الدّھر پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سورۃ محکم (غیر منسوخ) ہے۔ البتہ اس کی دو آیتیں اور تیسری آیت کا کچھ حصہ منسوخ ہے وہ پہلے اس آیت کا ذکر کرتے ہیں جس کا ایک جزو منسوخ ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا میں "اسیراً" کا لفظ منسوخ ہے "اسیراً" کے لفظ سے مشرک قیدی مراد تھے۔ اب مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے کا حکم آیۃ السیف (یعنی فاقتلوا المشرکین۔ سورہ توبہ) سے منسوخ ہو چکا ہے۔ جب ابن سلامہ کو ان کی کتاب الناسخ والمنسوخ پڑھ کر سنائی گئی تو ان کی بیٹی سن رہی تھی۔ جب قاری اس مقام پر پہنچا جہاں قیدی کا ذکر کیا گیا تھا تو ان کی بیٹی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس کے والد نسخ کے شوق میں ایک اخلاقی ضابطہ بھول گئے۔ جو نہ صرف دینِ اسلام بلکہ جملہ ادیان میں مسلم ہے۔ بیٹی کہنے لگی آپ نے اس کتاب میں غلطی کی ہے۔ کہنے لگے کیونکر بیٹی؟ کہا کیا سب مسلمانوں کا اس پر اجماع نہیں ہے کہ قیدی کو کھانا کھلایا جائے اور اسے بھوکا نہ رکھا جائے؟ ابن سلامہ نے کہا آپ نے بجا کہا۔"

الغرض عقیدۂ نسخ عقل و نقل کے خلاف ہے اور من گھڑت مسئلہ ہے۔ اور غلط اجتہاد پر مبنی ہے۔ اور یہ حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

اس مسئلہ میں یہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عظیم علمی فتح ہے۔ کہ آپؑ کا پیش کردہ نظریہ ہی صحیح ہے۔ اور آج اہلِ فکر و نظر اس نظریہ کو صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔ اور آئندہ انشاء اللہ ساری اسلامی دنیا اس نظریے کو تسلیم کرے گی۔ کیونکہ یہی خدائے قادر کی تقدیر ہے۔

قرآن پاک کے بارہ میں غیر مسلم محققین کی چند آراء

وَالْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ

۱۔ "جس قدر ہم قرآنِ مجید کے قریب پہنچتے ہیں وہ ہمیشہ ایک اعلیٰ حالت میں معلوم ہوتا ہے وہ ہمیں بتدریج فریفتہ کرتا جاتا ہے اور ایک حیرت میں ڈالتا جاتا ہے اور آخر کار ایک فرحت آمیز تحیر میں ڈال دیتا ہے"

(مشہور جرمن فاضل سٹر گوئٹی)

۲۔ "یہ بات کہ بہترین عرب مصنف کبھی قرآن جیسا اعلیٰ درجہ کا کلام پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا کوئی تعجب کی بات نہیں"

(پامر کی تمہید انگریزی ترجمۃ القرآن)

۳۔ "یہ ایک معجزہ ہے جس کا محمد صلعم کو دعویٰ ہے۔ وہ اسے اپنا زندہ معجزہ کہتے ہیں اور فی الحقیقت یہ ایک معجزہ ہے"

(باسورتھ کی لائف آف محمدؐ)

۴۔ "اثر ڈالنے کی طاقت میں، بلاغت میں بلکہ ترتیبِ لفظی میں بھی قرآن بے مثل ہے"

(ہرشفیلڈ)

۵۔ "اور اسی کے ذریعہ ہی سے اسلامی دنیا میں علوم کے تمام شعبوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی"

(ہرشفیلڈ)

۶۔ "ایک علمی تصنیف ہونے کی حیثیت میں اس کا موازنہ کسی فرضی ذوق کی بناء پر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس اثر کی بناء پر ہونا چاہیئے جو اس نے (محمد صلعم کے) ہم عصروں اور اہلِ ملک کے دلوں پر کیا"

(سٹیفن گاس ہوز ڈکشنری آف اسلام)

۷۔ "اگر ہم ان مضامین کی رنگا رنگی اور تنوع کو مدنظر رکھیں جن پر قرآن بحث کرتا ہے تو طرزِ بیان ایک ہی ہونے کی توقع رکھنا غلط ہے بلکہ برعکس اس کے ایسے حالات میں ایک ہی طرزِ بیان بالکل بے محل ہوتا"

(ڈاکٹر سٹیفن گاس)

۸۔ "یہ اعتراف جملہ محققین کا موجود ہے کہ قرآن کریم دنیا کی تمام مذہبی کتب سے زیادہ پڑھی جانے والی مقبولِ عام کتاب ہے"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

۹۔ "قرآنِ کریم میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد جزا و سزا ضروری ہے اور انسان کے الفاظ خیالات اور آنکھوں کے افعال کا حساب ہوگا اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ محبت اور اس سے دعا کرنا اور اس کے سامنے عاجزی و انکساری کا تذلل اختیار کرنا پسندیدہ امر ہے"

(جے۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ سٹارٹ)

۱۰۔ "قرآن شریف جو بے حد قوت اور سرچشمہ اعمال سے لبریز ہے اور جس میں محمد (صلعم) کے اخلاق اور قانون کو وضع کرنے اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کا رنگ منعکس ہے کا اندازہ اس انقلاب سے لگایا جا سکتا ہے جو قرآنِ کریم کے ذریعہ سے لوگوں کے رسومات اور ان کے عقائد میں طوعاً و کرہاً برپا ہوا۔"

(راڈول کا دیباچہ قرآن)

(باقی صفحہ ۱۸ کالم ۴ پر)

قرآنِ حکیم کے فضائل اور امتیازات

از مکرم شیخ عبد القادر صاحب رستم پارک نواں کوٹ لاہور

قرآن شریف کا نزول آج سے چودہ سو سال پہلے غارِ حرا میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ کی آیتِ جلیلہ سے شروع ہُوا ماہِ رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ ۲۵ ویں یا ۲۷ ویں رات کو جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے لوحِ محفوظ سے قرآن قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنا شروع ہُوا۔ رُوح القدس یا جبرئیل کے توسط سے قرآنِ حکیم کی ۱۱۴ سورتیں ایک مرتبہ نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوئیں۔ ۲۳ سال میں جو وحی اُتری ان ٹکڑوں کی ترتیب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائی ہدایت کے ماتحت کی قرآن کریم دنیا کا سب سے بڑا اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے۔ قرآن کے اسماء میں ان خصوصیات فضائل اور امتیازات کا ذکر ہے جو خاتم الکتب کو حاصل ہیں۔ یہ سب نام قرآنِ حکیم میں بیان ہوئے ہیں

—— (۱) ——

اس کا پہلا نام قرآن ہے جو لفظ قرأ سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں اکٹھا کیا۔ جمع کیا۔ دوسرے معنے ہیں پڑھا۔ اعلان کیا۔ گویا یہ کتاب آسمانی صداقتوں کی جامع یا انہیں اکٹھا کرنے والی۔ بہت پڑھی جانے والی اور خدائی پیغام کی منادی کرنے والی ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ

کے فقرہ سے شروع ہونے والی اور

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

کے فقرہ پر اختتام پذیر ہونے والی وحی دونوں معنوں کے لحاظ سے قرآن ہے

فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ

کے لحاظ سے بھی۔ اور

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ

کے لحاظ سے بھی دونوں معنوں کے پیشِ نظر قرآن کو جملہ کتبِ سماوی پر بیّن فضیلت حاصل ہے۔ آسمانی صداقتوں کا اتنا بڑا گلدستہ اتنا مکمل نظام کہاں مل سکتا ہے؟ پھر لاکھوں دلوں میں قرآن محفوظ ہے اور شب و روز اس کی تلاوت جاری ہے۔ فضائے عالم میں تیرہ سو سال سے ہر وقت اور ہر گھڑی قرآنِ حکیم کی تلاوت سے صوتی لہریں پیدا ہو رہی ہیں۔ اتنے وسیع پیمانہ پر پڑھی جانے والی کتاب اور کوئی نہیں۔ فلپ ختی اپنی کتاب "تاریخِ عرب" میں رقمطراز ہیں:۔

"اگرچہ قرآن مجید عہد آفریں کتابوں میں سب سے کم عمر ہے لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔"

—— (۲) ——

دوسرا نام الکتاب ہے۔ یعنی ایسی تحریر جو اپنے اندر کمالیت کا جوہر لئے ہوئے ہے قرآنِ حکیم منفرد کتاب ہے جس میں ایک حرف بھی انسان کا نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی انگلی سے یہ کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی گئی

—— (۳) ——

قرآن شریف کا ایک نام الفُرقان وارد ہُوا ہے۔ یعنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا آسمانی کلام۔ کتبِ سماوی محرف و مبدل ہو چکی تھیں۔ اسی سے اندازہ لگائیں کہ تورات میں حیات بعد الآخرت کا ذکر مفقود ہے قرآنِ حکیم نے باطل کی آمیزش دور کر دی۔ اور اصل تعلیمات سے دنیا کو روشناس کیا۔ معرکۂ حق و باطل میں قرآن شریف کی راہ نمائی بے مثال ہے۔

—— (۴) ——

اسی طرح اَلذِّکْر۔ اَلْمَوْعِظَه الحِکْمَة۔ اَلْحُکْم۔ الشِّفَاء اَلْهُدٰی۔ التَّنْزِیل۔ الرَّحْمَه الرُّوْح۔ اَلْخَیْر۔ البَیَان۔ النِّعْمَه اَلْبُرْهَان۔ القَیِّم۔ اَلْمُهَیْمِن۔ النُّوْر اَلْحَق۔ حبل اللہ۔ المُبِیْن۔ اَلْکَرِیْم اَلْمَجِیْد۔ اَلْحَکِیْم۔ عَرَبِیٌ العَزِیْز مکرمه۔ مرفوعه۔ مطهره۔ العَجَب کتاب۔ مکنون۔ مبارک۔ مصدق قرآنِ حکیم کے گوناگوں صفاتی نام اللہ تعالےٰ نے گنوائے ہیں۔ ہر نام کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔ ان ناموں میں قرآنی فضائل اور امتیازات کی طرف حکیمانہ رنگ میں اشارے موجود ہیں

—— (۵) ——

قرآن کریم کی خصوصیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں:۔

اوّل ۔ وہ بے مثل اور بے مانند کتاب ہے۔

دوّم ۔ وہ جامع حکمت مع کمال ایجاز واختصار ہے۔

سوّم ۔ وہ لاکھوں آدمیوں کو حفظ ہے

چہارم ۔ یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ کوئی صفحہ اس کا ذکر اللہ سے خالی نہیں۔ اول سے آخر تک اللہ ہی اللہ بھرا ہُوا ہے اور ہر ایک کلمہ کا مرجع خدا ہے

پنجم ۔ خوبی قرآنِ مجید میں یہ ہے کہ جس قدر نام پروردگار کا قرآن مجید میں ہے کسی کتاب میں نہیں اور بقول مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَهٗ۔ اس کلام کا خدا سے علاقۂ محبت ثابت ہوتا ہے۔

ششم خوبی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جس قدر ستائش اور تعریف خدا تعالےٰ کی بانواع محامد و بکثرت تکرار اس کتاب میں ہے دنیا میں اور کسی کتاب میں نہیں۔

ہفتم ۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَ الْاِنْسُ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا

اس آیت شریفہ سے یہ امر بھی متعلق ہے کہ تعلیم حقہ حکمت اور معانی میں کوئی انسانی تعلیم قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۶ء)

—— (۶) ——

قرآنِ حکیم کے فضائل انبیائے بنی اسرائیل نے بھی بیان کئے ہیں۔ سلسلۂ موسوی کے آخری پیغمبر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام تھے۔ آپ اور آپ کے حواری اس آسمانی کتاب کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کی سریانی نظمیں بیسویں صدی کے شروع میں آثار سے منکشف ہوئیں ۴۲ نظموں کی یہ ورثین شائع ہو کر آج ہمارے سامنے موجود ہے نظم ۲۳ میں ایک آسمانی کتاب کے نزول کی بشارت بایں الفاظ دی گئی

"اللہ تعالےٰ کا ارادہ ایک خط کی مانند تھا۔ اس کی مرضی آسمان سے اتری اور وہ اس تیر کی طرح بھیجی گئی جو نہایت تیزی سے کمان سے چھوڑا گیا۔ ..... بالآخر ایک خدائی چکر نے اس خط کو جالیا اور وہ اس پر محیط ہو گیا۔ اس چکر کے پاس ایک بادشاہت اور ایک سلطنت کا نشان تھا۔ ہر وہ چیز جس نے اس چکر کو ہٹانے کی کوشش کی اس کو اس نے درانتی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا ...... یہ خط ایک حکم اور فرمان تھا جس میں تمام کے تمام علاقے مخاطب تھے۔ یہ خط دراصل ایک بڑی کتاب تھا جس کا ہر ہر حرف خدا کی اُنگلی نے لکھا تھا۔"

The Lost books of the Bible by world publishing Co New York

Odes of Soloman ode No 23

اس نظم پر عیسائی علماء نے مندرجہ ذیل نوٹ دیا ہے:۔

"ایک مختوم خط کا بیان جو کہ خدا نے (بندوں کے نام) بھیجا۔ یہ خط اس صحیفہ کے اسرار میں سے ایک بڑا راز ہے"

قرآنِ حکیم نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا یہی وہ کتاب ہے جس کا ذکر قرنِ اوّل کے عیسائیوں کی ورثین میں کیا گیا۔

آج سے دو ہزار آٹھ سو سال پہلے اللہ تعالےٰ کے ایک بزرگ نبی یسعیاہ برپا ہوئے۔ قرآنِ حکیم نے ان کا نام الیَسَع بتایا ہے اس نبی کے صحیفہ میں ریگ زارِ عرب میں نزولِ وحی کا ذکر ہے۔ صاف لکھا ہے کہ یہ وحی اِقرأ کے لفظ سے شروع ہوگی حضرت الیسع علیہ السلام کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

"پکارنے والے کی آواز! بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو عَرَبہ (یعنی صحرائے عرب) میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کرو۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے اور ہر ایک پہاڑ اور ٹیلہ پست کیا جائے اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ہر ایک ناہموار جگہ ہموار کی جائے خداوند کا جلال آشکارا ہوگا۔ اور تمام نوعِ انسان اسے دیکھے گی۔ کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے کلام کیا ہے۔

سنو! کوئی کہہ رہا ہے "پڑھ" (اقرأ) ایک شخص نے جواب میں کہا اقرار دیکھو خداوند بڑی قدرت کے ساتھ ..... اور اس کا بازو اس کے لئے سلطنت کریگا" (یسعیاہ ۴۰ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن)

(باقی صفحہ پر)

قرآنِ پاک کے شیریں ثمرات

از مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (ابراہیم ع ۴)

سورۂ ابراہیم کی یہ آیت جو اوپر نقل کی گئی ہے اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے لئے کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"کیا تو نے نہیں دیکھا؟ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال۔ یعنی مثال دینِ کامل کی! کہ بات پاکیزہ درخت پاکیزہ کی مانند ہے جس کی جڑ ثابت ہو اور شاخیں اس کی آسمان میں ہوں اور وہ ہر وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہو اور یہ مثالیں اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تا لوگ ان کو یاد کر لیں اور نصیحت پکڑ لیں"

(جنگِ مقدس ص ۱۴۵)

یہ آیت قرآن کی حقانیت پر ایک زندہ برہان اور اس کی دائمی شریعت ہونے پر ابدی اور چمکتا ہوا نشان ہے کیونکہ اس کا نزول مکی دور کے ان ایام میں ہوا جبکہ کفارِ مکہ قرآن مجید کی آواز کو دبانے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ پر انسانیت سوز اور شرمناک مظالم ڈھا رہے تھے اور سراسر ناموافق حالات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو شجرۂ طیبہ قرار دیتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ قرآن مجید کا بیج خالقِ کائنات کے ہاتھوں بویا جا چکا ہے۔ اب وہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور آسمان کی بلندیوں تک اس کی شاخیں پہنچیں گی اور وہ ایک سدا بہار درخت کی حیثیت سے قیامت تک نہایت شیریں اور لذیذ پھل دیتا رہے گا۔

چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جن کا وجود مبارک قرآن مجید کی اس صداقت کا مجسم اعلان ہے تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ کی یہ پر معارف تفسیر فرمائی کہ

"کامل کتاب کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ جس پھل کا وہ وعدہ کرتی ہے وہ صرف وعدہ ہی وعدہ نہ ہو بلکہ وہ پھل ہمیشہ اور ہر وقت میں دیتی رہے۔ اور پھل سے مراد اللہ جلشانہ نے اپنا لقاء مع اس کے تمام لوازم کے جو برکاتِ سماوی اور مکالماتِ الٰہیہ اور ہر ایک قسم کی قبولیتیں اور خوارق ہیں، رکھی ہیں۔"

(جنگِ مقدس ص ۱۴۹)

اس تعلق میں حضور مزید فرماتے ہیں:-

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

قرآن مجید کی زندہ برکات و تاثیرات کا سلسلہ کتنا حیرت انگیز اور وسیع ہے اور اس کے شجرۂ طیبہ سے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کس طرح دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نہیں بلکہ بے شمار لذیذ، پاکیزہ، خوبصورت شیریں اور شاندار ثمرات پیدا ہوئے اس کا تذکرہ حضرت مسیحِ محمدی کی زبانِ مبارک سے سناتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

"ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالبِ حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے جیسا کہ سید عبد القادر جیلانی اور ابو الحسن خرقانی اور ابو یزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن العربی اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری، اور قطب الدین بختیار کاکی اور فرید الدین پاک پٹنی اور نظام الدین دہلوی اور شاہ ولی اللہ اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اسلام میں گزرے ہیں۔ اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے"

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۶-۴۷)

پھر فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے مگر آپؐ میں سے ہو کر اور آپؐ کی مُہر سے۔ اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے کہ ہزاروں اس امت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص ان میں موجود ہوتے رہے ہیں"

(الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۲ء ص ۴ ک ۳)

اس سلسلہ میں یہاں تک تحریر فرماتے ہیں:-

"درمیانی زمانہ کے صلحائے امت بھی باوجود طوفانِ بدعت کے ایک دریائے عظیم کی طرح ہیں"

(تحفہ گولڑویہ طبع اول ص ۱۲۸)

(فیج الاعوج) کے درمیانی زمانہ کے بعد تیرہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کا دینی و مذہبی زوال انتہا تک پہنچ گیا اور ان کے مذہبی و سماجی راہنما مرثیہ خواں بن کے آہ و زاری کرنے لگے کہ ؎

ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھا کر
یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں ہی ہے
حالیؔ

نکبت و ادبار کے اس تاریک ترین دور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ اتم پھر جوش میں آئی۔ اور حضور کے ایک فرزندِ جلیل کی شکل میں قرآنی انوار و برکات کا ایسا اکمل و اعلیٰ و ارفع و اتم ظہور ہوا کہ وہی تیرھویں صدی جس کا نصفِ اول ویرانی اور بربادی کا دلدوز منظر پیش کر رہا تھا اپنے نصفِ آخر میں ایک عظیم الشان اور سرسبز و شاداب باغ نظر آنے لگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا بھر میں نہایت پر شوکت الفاظ میں یہ منادی فرمائی کہ:-

"میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علومِ غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا چنانچہ میں اس میں صاحبِ تجربہ ہوں کہ بجز اسلام تمام مذاہب مُردے ان کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مردے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔ اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے اور مردار کھانے میں کیا لذت؟ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے۔ اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام موسےٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے"

(ضمیمہ انجام آتھم)

؎ مصطفیٰؐ پر تیرا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

بالآخر میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا سے زندہ تعلق کی یہ الہامی شہادت ختم نہیں ہو گئی۔ چنانچہ آج سے قریباً سو سال پیشتر جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں قیام فرما تھے، حضور نے اپنا ایک خواب سنایا کہ

"آج رات میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ مجھ کو بارگاہِ ایزدی میں لے گئے اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہاں کو تقسیم کر دو۔" (تذکرہ طبع سوم ص ۱۵)

یہ چیز مکالماتِ الٰہیہ اور برکاتِ سماویہ کا لازوال خزانہ ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصالِ مبارک کے بعد بھی نظامِ خلافت کے طفیل اور اس کے توسط سے دنیا بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور تحریکِ تعلیم القرآن اسی کی ایک اہم ترین کڑی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو خلیفۃ اللہ کی آواز پر لبیک کہتے اور قرآنی انوار و برکات کے ابدی وارث بنتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ ؎

آ دستِ کوتاہ کو پھر درازی بخش
خاکساروں کو سرفرازی بخش
پانی کر دے علومِ قرآں کو
گاؤں گاؤں کو ایک رازی بخش

(المصلح الموعودؓ)

اسلامی نظام اور اُس کی اطاعت

قرآنِ مجید کی روشنی میں

محمد سعید حفیظ بقاپوری

انسان مدنی الطبع ہے نظرتاً مل جل کر رہنے کا عادی ہے اسے کسی ایسے رشتہ و بندھن کی بے حد ضرورت ہے جو اس کی ہیئتِ اجتماعی کے قیام اور بقا کا ذریعہ ہو۔ اسی کا نام نظام ہے۔ جب سے انسان اس معمورہ پر آباد ہوا نسلِ انسانی کسی وقت بھی ایسے بندھن سے خالی نہیں رہی۔ خواہ اس کے قوانین اور ضوابط خالقِ فطرت کی طرف سے بنائے گئے ہوں یا انسان نے اپنی ضرورت اور پیش آمدہ حالات کے تحت خود وضع کئے ہوں۔ بہر حال یہ ایک فطری تقاضا ہے کسی نہ کسی صورت میں اسے پورا کیا جاتا رہا ہے حتیٰ کہ اس وقت بھی جبکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور ذرائع آمد و رفت میں متنوع سہولیات پیدا ہو جانے کے باعث دنیا کے فاصلے کم سے کم ہو چکے ہیں اور وسیع دنیا ایک شہر کی طرح ایک دوسرے خطہ کے قریب آ گئی ہے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ نوعِ انسان کے لئے ایک ہی ضابطۂ حیات اور ایک ہی جامع نظام ہو تا اس پہلو سے بھی اتحادِ عالم کی صورت بن جائے۔ لیکن اس زمانہ کا بڑا المیہ یہی ہے کہ اس لازمی ضرورت کا شدت سے احساس رکھنے کے باوجود بہت سے دعویدار ایسے نظر آتے ہیں جو اپنے ہی ڈھنگ کے نظام کو وقت کی عین ضرورت بتاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ اسی طرح پرانے اور فرسودہ ہو چکے ہیں جس طرح کوئی بیش قیمت دوا مرورِ زمانہ کے سبب اپنی تاثیر کھو چکی ہو یا پھر وہ مختص الزمان والمکان تھا۔ اب نہ اس کا وقت رہا اور نہ اس کی تنگ دامنی ساری دنیا کی وسعت پر حاوی ہو سکتی ہے۔ یا یہ کہ اس میں مخصوص طبقات کے منافع اور ضروریات کا لحاظ رکھا گیا اور خاص حالات میں اس کے قوانین ڈھالے گئے اگر اس نظام کو اس وقت عام کیا جاتا ہے تو دوسرے طبقات کی حق تلفی ایک طرف اور بدلے ہوئے حالات سے عدمِ مطابقت دوسری طرف ایسے نظام کی خامی پر نوحہ کرتی ہے

دلائل اور براہین کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو اسلامی نظام ہی واحد نظام ہے جو فی زمانہ ہر پہلو سے عالمگیر ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور اپنی گونا گوں وسعت اور جامعیت کے سبب نوعِ انسان کی جملہ ضروریات اور تقاضیات کو بتمام و کمال پوری کرتا ہے

اسلام ایسا جامع اور مکمل ضابطۂ حیات رکھتا ہے جو :۔

● کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خالقِ فطرت کی طرف سے وقت کی ضرورت اور جمیع حالاتِ پیش آمدہ کے مطابق مقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم پر الہاماً نازل ہوا۔ اور تفصیلات کے وقت جس منضبط قانونی کتاب سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے قدرتِ حق کی طرف سے اس کی پوری حفاظت کی گئی ہے اور وہ انسانی دستبرد سے بکلی پاک ہے باینہمہ ایسے الفاظ اور عبارتوں پر مشتمل ہے جو ہمہ خوبیوں کے جامع اور جملہ مضامین پر حاوی ہیں۔

اسلامی نظام کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں یوں سمجھیئے کہ انسان کی زندگی کو بامقصد اور زیادہ فائدہ بخش بنانے کے لئے ایک کامل ضابطۂ حیات ہے جس میں ہر طبقہ کی تمام ضرورتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نہ کسی کی جنبہ داری کی گئی ہے اور نہ اس کے قوانین ناقص اور مختص الزمان والمکان ہیں۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں انسان کی کامل اور تسلی بخش رہنمائی ملتی ہے۔ ایسا جامع ہے کہ کسی بھی حصہ کو تشنۂ ہدایت نہیں رہنے دیا۔

قبل اس کے کہ ہم اسلامی نظام کا مختصر خاکہ بالتفصیل کے چند اشارات بیان کریں یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے کہ اسلامی نظام کا نقطۂ مرکزی خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات ہے اس لئے پہلے قدم پر ہی قرآنِ کریم واضح اشارہ دیتے ہوئے فرماتا ہے ــــــ کہ تمام کائنات کی بادشاہت ملکیت اور کلی تصرف اسی کی ذات کو حاصل ہے جیسے قرآنِ کریم میں ایک مقام پر فرماتا ہے :۔

تَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

(الزخرف)

بہت برکت والا ہے وہ خدا جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اسی طرح جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ بھی اسی کے قبضہ و تصرف میں ہے اور ان سب اشیاء کا اپنے مقصدِ وجود کو پورا کر کے فنا ہو جانا بھی اسی کے علم میں ہے اس لئے کہ ہر چیز بالآخر خدا ہی کی طرف لوٹنے والی ہے

اس نقطۂ مرکزی کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اسلامی نظام کو موٹے طور پر دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں

اوّل۔ خالص مذہبی اور روحانی نظام

دوم۔ اسلامی نظام کا سیاسی اور جسمانی پہلو

روحانی نظام کے تحت حق تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور پختہ ایمان لانے کے بعد اسلام نے دوسرے نمبر پر انبیاء اور مرسلین کے وجود کو رکھا ہے۔ درحقیقت پاکبازوں کا یہ زمرہ گویا وہ درمیانی کڑی ہے جو عام بندگان اور خدا کی ذات کو ملاتی ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ اپنی ارفع و اعلیٰ شان کے لحاظ سے اپنی مرضی صرف چیدہ افراد پر ہی ظاہر کرتا ہے۔ وہ گاؤں کے چوکیدار کی طرح نہیں جو آپ ایک دیہاتی سے مل کر اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتا پھرے یا اپنے منشا اور ارادہ کا اظہار فرمائے۔ بلکہ وہ ایک نہایت ہی جلیل القدر شہنشاہ کی طرح جلالت اور جبروت کے تخت پر بیٹھا ہوا صرف خواص سے ہی ہم کلام ہوتا ہے اور ان کے واسطہ سے اس کے احکام اور فرامین سب رعایا تک پہنچتے ہیں۔ یہ زمرۂ خواص اور برگزیدہ افراد بحیثیت خدا کے نمائندہ ہوتے ہوئے حق تعالیٰ کے فرمان کو اپنے عمل کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اپنے متبعین کو ان راہوں پر چلانے ہیں جو خدا کی پسندیدہ ہوں اور درحقیقت یہی وہ راہیں ہوتی ہیں جو فطرت کا تقاضا کہلاتی ہیں۔ ان پر چلنے سے کمالِ انسانی کا حصول ممکن ہے۔

اس کی مثال سادہ طور پر اگر ہم سمجھنا چاہیں تو اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح موسم سرما آتا ہے تو ناتجربہ کار نوعمر بچے نہیں جانتے ہوتے کہ موسم کی شدت کے نتیجہ میں ان کو سردی سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے انہیں کیسے کیسے ملبوسات ضروری ہیں۔ کیسی غذا ان کو لازمی ہے کیسے بستر درکار ہیں۔ کونسی احتیاطی تدابیر کو عمل میں لانے سے سردی کے مہلک اور مضر اثرات سے بچ سکتے ہیں۔ یہ ساری باتیں ان کے تجربہ کار اور واقف حال والدین اور بزرگ ہی بتا سکتے ہیں اور پھر اپنی نگرانی میں چند سال ان کو ان کا عامل اور عادی بناتے ہیں۔ چنانچہ کبھی اب بھی دیکھا ہے کہ کوئی نادان اور لاپرواہ بچہ ان ہدایات کی پورے طور سے پابندی نہیں کرتا۔ کسی پہلو سے غفلت برتتا ہے تو اس کا خمیازہ بیماری اور تکلیف کی صورت میں اٹھاتا ہے۔ یہی صورتِ حال انبیاء اور ان کی امتوں کی ہوتی ہے۔ انبیاء خدا تعالیٰ سے براہِ راست تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ان کی پاک صحبت ان کے متبعوں پر روحانیت کے ساتھ تمدن اور اخلاق میں بھی رعنائی چھا جاتی ہے تا آنکہ وہ دنیا میں مثالی جماعت بن جاتے ہیں

اس زمرہ کی کامل اطاعت اسلامی نظام کی بنیادی اینٹ ہے اور اطاعت بھی ایسی کہ جس کی مثال دوسرے خونی رشتوں میں بھی نہ ملتی ہو اس سلسلہ میں پہلے نمبر پر انبیاء اور مرسلین کی مطلق اطاعت کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :۔

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک اور مقام پر رسول کی اطاعت کو حق تعالیٰ کی اطاعت سے وابستہ بتاتے ہوئے فرمایا :۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

جو رسول کی اطاعت اور کامل فرمانبرداری کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ کا بھی مطیع اور فرمانبردار ہے اور جو رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے سرتابی کرتا ہے اس کا خدا کی اطاعت کا دعویٰ باطل اور جھوٹ ہے ــــ وجہ وہی ہے جس کا ذکر ہم ابھی اوپر کر آئے ہیں کہ دنیا میں حق تعالیٰ کا نمائندہ اگر جسمانی وجود کے ساتھ لوگوں کو نظر آ سکتا ہے تو وہ رسول ہی کی ذات ہے جب کسی بے نصیب نے اس مقدس وجود کی اطاعت نہ کی اس کے بارہ میں کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی ذات کے بارہ میں کس قدر پختہ ایمان اور یقین ہے

ماسوا اس کے خدا تعالیٰ کے انبیاء ہی تو وہ وجود ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں برکات ظاہر ہوتے ہیں جن سے خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر صورت میں انبیاء کی اطاعت کا منکر اس شخص کی طرح ہے جو شیریں پھل کا متلاشی ہے لیکن وہ اس شاخ کی قدر نہیں کرتا جس پر یہ پھل لگا۔ نشو و نما پائی اور پختہ ہو کر اس کے پاس لایا گیا ہے !!

تیسرے نمبر پر رسول کی اطاعت کو اسلامی نظام انسان کے دل کی گہرائیوں سے اتنی بلندی تک لے جاتا ہے کہ جہاں اس سے بڑھ کر اور کوئی دوسری ہستی کا تصور ہو سکتی کہ انسان حسنہ کو اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز قرار دیتا ہے جیسے فرمایا

اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ (احزاب)

نبی کا وجود تو مومنوں کو ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا ہونا چاہیئے۔ اور اس روحانی رشتہ کے سبب نبی امت کا باپ ٹھہرا۔ اور اس کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں قرار پائیں۔

اس جگہ اس امر کا بیان بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ اسلامی نظام میں کسی ایک نبی پر ایمان، اور اس کی صداقت کا قائل ہو جانا کافی نہیں بلکہ وہ تو اس سلسلہ کو ابتدائے نسلِ انسانی سے تسلیم کرتے ہوئے ہر زمانہ میں ایسے برگزیدہ وجودوں کا قائل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اس صداقت کا غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ

اِنْ مِنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر

دنیا کی ہر قوم میں روحانی مصلحین اور خدا کے فرستادے آئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ پر اس اجمال کی گویا باقاعدہ تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ (البقرہ)

اس آیت کریمہ میں ایک مسلم کے لئے ایمانیات کے ضابطہ کی تفصیل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ایمان باللہ و ایمان بالملائکہ سے شروع ہو کر جملہ آسمانی کتابوں اور تمام رسولوں پر اس طور کا ایمان رکھنے پر ختم ہوتا ہے کہ زمانہ اسلام سے قبل تک کی تمام الہامی کتابوں کی فی الجملہ تصدیق اور تمام انبیاء پر بغیر کسی ایک کی نفی کے پورا ایمان اور یقین، دل سے ان کی ایسی ہی عزت و تکریم کہ سبھی اقوام کے نبی رشی منی ایک مسلمان کے اپنے ہی بزرگ اور قابلِ احترام وجود ہیں جن میں سے کسی ایک کی تفریق بھی اس کے زبردست اعتقاد اور مثالی ایمان کی پختہ دیوار کو متزلزل کر سکتی ہے۔

اب دیکھئے اسلامی نظام کے خالص مذہبی اور روحانی پہلو کے اس مختصر خاکہ سے کیسا پُر امن اور سکون بخش بندھن سامنے آجاتا ہے جس میں اسلام نے نوعِ انسان کو باندھ دینے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ اسلام کے اسی حسین روحانی پہلو کے ساتھ ساتھ جو سیاسی اور جسمانی پہلو پیش کیا گیا وہ بھی اسی سانچے میں ڈھلا ہے۔ اس کا تانا بانا بھی اسی اعتماد و یقین اور احترام و تکریم کے دھاگوں سے بُنا گیا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

بہر حال اطاعتِ رسول کے مندرجہ بالا جو عالمگیر نظام اسلام نے پیش کیا اس کا دلنشین اور مدلل بیان بڑی وضاحت و بسط کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان مختصر اشارات سے زیادہ کی یہاں گنجائش نہ ہوتے ہوئے اب ہم اس سیاسی کی طرف آتے ہیں جو اسلام کے ... ان انبیاء ... گویا ... اور وہ ہے انبیاء کے خلفاء اور ان کے ... اطاعت ... اور فرمانبرداری ...

نبوت کے بعد خلافت کا لزوم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جامع فرمان سے ظاہر ہے جس میں حضورؐ نے واضح فرمایا کہ

"مَا کَانَتْ نُبُوَّۃٌ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃٌ"

جب بھی نبوت کا آغاز ہوا تو اس کے بعد خلافت کا آنا لازمی امر ہے۔ وجہ یہ کہ نبی کی ذات ہی اپنے ساتھ بشریت کے بعض ایسے تقاضے رکھتی ہے کہ نبوت کی اعلیٰ و ارفع شان کے باوجود اس تقاضا سے مفر نہیں۔ منجملہ ان تقاضائے بشریہ کے نبی کا محدود عمر لے کر اس دنیا میں آنا اور اس کے بیت جانے کے بعد اللہ کو پیارا ہو جانا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ نبی کے ذریعہ سے حق تعالیٰ ایک زبردست روحانی انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے۔ اور ایسا انقلاب ایک ہی انسان کی عمر کے ساتھ تو مکمل نہیں ہو پاتا۔ اس لئے نبی ہمیشہ تخم ریزی کے لئے آتا ہے جس کی نشو و نما اور پودا کی آبیاری اس کے خلفاء اور جانشینوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خلفاء کا وجود بھی اسی طرح لازمی اور ضروری ہے جس طرح نبی کا۔ اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی افرادِ امت اور نبی کے متبعین کے لئے ایسی ہی لابدی ہے جو خود نبیٔ وقت کی۔ تا ان کی بابرکت قیادت اور نگرانی میں روحانی جماعت کا پودا حسب دلخواہ نشو و نما پائے اور بابرگ و بار ہو۔ دنیا اس کے گھنے سایہ تلے آرام پائے اور اس کے شیریں ثمرات سے حیاتِ جاودانی حاصل کرے۔ اس سلسلہ میں سورۂ نور میں مذکورہ آیۂ استخلاف کے معانی پر غور کر لینا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (آیت ۵۶)

اس آیت کریمہ میں انبیاء کے بعد خلفاء کے کاموں کی جامع مانع تفصیل بیان کی گئی ہے جس سے یہ بات تو بالکل عیاں ہے کہ انبیاء کے ادھورے رہ گئے کام کو خلفاء کرام کا زمرہ ہی پایۂ تکمیل کو پہنچاتا ہے اور نبیوں کے ذریعہ لائے ہوئے پیغام کو عمل کے ساتھ ایک وسیع حلقہ تک پہنچانے کی ذمہ داری انہی بزرگ ہستیوں کی ہوتی ہے۔

آیتِ کریمہ کے آخری حصہ کو ہی ہم اس وقت بحث کا نقطۂ مرکزی بناتے ہیں۔ غور فرمایا آپ نے کس طرح حق تعالیٰ نے خلفاء کے منکر کو فاسق قرار دیا۔ فاسق کون لوگ ہیں؟ قرآن کریم کے بیان کے مطابق سن لیجئے۔ پہلے پارہ کے تیسرے رکوع میں فرماتا ہے:۔

وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(البقرہ آیت ۲۷-۲۸)

فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ سے عہد کو پختہ کر چکنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں اور جن تعلقات کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو توڑ دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی پورے طور پر ٹوٹا پانے والے اور زیاں کار ٹھہرتے ہیں (العیاذ باللہ)

نبی کے بعد خلافتِ حقہ وہ مضبوط رشتہ ہوتا ہے جو ایک طرف جماعت کے شیرازے کو باہم متحد رکھتا ہے تو دوسری طرف ان میں قوتِ عملیہ پیدا کر کے جماعت کو زندہ جماعت بنائے رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو شخص مولانا آزاد کی کتاب مسئلۂ خلافت کا متعلقہ حصہ مطالعہ کرے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ خاص اس زمانہ کے ایک زبردست عالم اور مسلمانوں کی نفسیات کو بخوبی جاننے والے نے پُر حقیقت الفاظ میں مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعی کے لئے خلافت ہی کو روح و رواں قرار دیا ہے صرف ایک اقتباس مختصر سا ملاحظہ ہو۔ مولانا تحریر کرتے ہیں:۔

"جس طرح شخصی زندگی اور اعتقادی زندگی کے لئے مراکز قرار پائے ضرور تھا کہ جماعتی اور ملی زندگی کے بقا کے لئے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا۔ لہٰذا وہ مرکز بھی قرار دے دیا گیا۔ تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرایا۔ اس کی ہیئت، اسی کی رفتار، اس کی اطاعت اور اس کی حرکت پر حرکت۔ اس کے سکون پر سکون۔ اس کی طلب پر لبیک اس کی دعوت پر انفاقِ جان و مال ہر مسلمان کیلئے فرض کر دیا گیا ایسا فرض کہ جس کے بغیر وہ جاہلیت کی ظلمت سے نکل کر اسلامی زندگی کی روشنی میں آ نہیں سکتا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس قومی مرکز کا نام خلیفہ اور امام ہے اور جب تک یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا یعنی کتاب و سنت کے مطابق اس کا حکم ہے ہر مسلمان پر اس کی اطاعت و اعانت اسی طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی"

(مسئلہ خلافت ۳۷-۳۸)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اور ساتھ ہی فرمایا عضوا علیھا بالنواجذ

اس سے خلفاء کی اطاعت کی اہمیت ظاہر و باہر ہے اسی طرح ایک اور مقام پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کے بعد چونکہ خلفاء کا وجود ہی جماعت کے شیرازے کو جمع رکھتا اور اس میں حرکی قوت پیدا کر کے جان ڈالتا ہے اس لئے جو شخص ایسے زندگی بخش نظام سے اپنے آپ کو کاٹ لیتا اور اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی زیادہ بے نصیب اور نامراد نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ فَمَاتَ مِیْتَۃً الْجَاھِلِیَّۃ

جو جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسی حدیث کا یہی نکتہ بیان کرتے ہوئے لکھا اور بالکل بجا لکھا:۔

"اور اسی بناء پر (یعنی اجتماع و ائتلاف کی غرض سے۔ ناقل) شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام "جماعت" رکھا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو جاہلیت اور حیاتِ جاہلی سے تعبیر کیا ہے۔ . .

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ فَمَاتَ مِیْتَۃً الْجَاھِلِیَّۃ وغیر ذالک اور اسی بناء پر بکثرت وہ احادیث و آثار موجود ہیں جن میں نہایت شدت کے ساتھ ہر مسلمان کو ہر حال میں التزامِ جماعت اور اطاعتِ امیر کا حکم دیا گیا"

(مسئلہ خلافت ص ۲)

خلفاء کی اطاعت کے اندر ہی امراء اور جماعت کی ذیلی تنظیموں کے قوّاد اور سائقین کی اطاعت بھی آجاتی ہے۔ درحقیقت اسلامی نظام نے اتفاق کو کسی صورت میں بھی مخصوص بندھن سے الگ رکھنا پسند نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام نے فرمایا الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلاثۃ رکب یعنی جب اکیلا آدمی سفر کو نکلتا ہے تو ہمنشین شیطان ہے۔ یعنی شیطانی حملے سے محفوظ نہیں اسی طرح اگر دو ہوں تو بھی یہی صورت ہے۔ البتہ تین ہوں تو انہیں قافلہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے اسی بات پر بڑا زور دیا ہے کہ جب چند آدمی سفر کیلئے اکٹھے روانہ ہوں تو ضروری ہے کہ وہ اپنے میں سے ایک کو اپنے لئے امیرِ قافلہ بنائیں اور اس کی سرکردگی میں سفر کی منازل طے کریں۔ دیکھیں سفر بظاہر ایک شخص کی انفرادی نوعیت کا کام ہے لیکن اسے بھی اسلامی نظام کے تحت لا کر ایک خاص بندھن میں باندھ دیا گیا ہے۔ اور اس کے مقرر کردہ امیر کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی لازمی قرار پاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے نظام ہی کی برکت ہے کہ ہر کام زیادہ عمدگی سے باہمی محبت و الفت اور خیر سگالی کے جذبہ سے انجام پاتا ہے۔ اور اس میں جو قوت و شوکت پیدا ہوتی ہے وہ ایک مستزاد امر ہے

اس مضمون کا دوسرا حصہ یعنی اسلامی نظام کا سیاسی و جسمانی پہلو ان شاء اللہ کسی دوسری صحبت میں بیان ہوگا۔

قرآنِ پاک میں جمالیات کا عُنصر

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

تختۂ زمین کی بیکراں وسعتوں میں، فرش سے عرش کی لامتناہی پہنائیوں میں اور آسمانوں کے بے انتہا فرازوں میں جہاں کہیں نگاہ اٹھتی ہے حسن و دلکشی کے سحر آگیں اور دلفریب مناظر دامنِ قلب و نظر سے لپٹ کر رہ جاتے ہیں۔ حُسنِ انسانی کی بوقلمونی اور باصرہ نوازی۔ نباتات کی رنگارنگی اور خوش منظری۔ جمادات کی نیرنگی اور نظر افروزی۔ حیوانات کی گوناگونی اور خوشنمائی یہ تمام حسین و دلکش مناظر رکھنے والی اشیاء قدم قدم پر ذوقِ نظر کو دعوتِ نظارگی دیتی ہیں۔ ایسا کہ فطرتِ انسانی بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ

اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ

اس وسیع و عریض کائنات کے جس قطعہ، جس خطہ اور جس گوشہ کی طرف نگاہ اٹھتی ہے اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات حسن بداماں اور جلوہ بردوش نظر آتی ہیں۔ اگر کوئی کم نصیب ذوقِ نظر کی نابینائی کا شکار ہوا ہو تو اس سے شکوہ ہی کیا۔ ورنہ اے قاری! تو نے اپنی زندگی میں بارہا وہ مواقع بھی میسر پائے ہیں کہ حسین و جمیل خالقِ کائنات کی کسی تخلیق کے حسنِ بے پایاں کو دیکھ کر ایک جذبۂ بے اختیار کے ساتھ تیری زبان اس زندہ اور ابدی حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئی ہو گی کہ

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ

میرا موضوع یہ ہے کہ کیا قرآن پاک نے بھی اس معمورۂ حسن و جمال میں اللہ تعالیٰ کی بے مثل و حسین تخلیقات کے جمالیاتی عنصر کی طرف کوئی واضح اشارات دیئے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کے لئے اس موضوع کو بھی اپنایا ہے۔؟

حسن و جمال کی تعریف کیا ہے۔؟ اس کا جواب قرآن پاک نے جامع رنگ میں یہ دیا ہے کہ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ یعنی ہماری ہر تخلیق اپنی کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے موزون ہے۔ یہ اتنی جامع تعریف ہے کہ حسن اپنی کیفیت و کمیت کے لحاظ سے ہر صاحبِ نظر کو دعوتِ نظارگی دیتا نظر آتا ہے۔

اگر ہم دنیا کے مختلف ممالک کے معیاراتِ حسن کو سامنے رکھ کر حسن کی کوئی ایک مشترک تعریف اخذ کرنا چاہیں تو یقیناً عقل و وجدان کو بھٹکتے ہوئے پائیں گے۔ جب یورپ کی سفید اقوام اپنے رنگ کو معیارِ حسن بنا کر نخوت و غرور سے سر بلندی کو اپنا ایک پیدائشی حق قرار دے رہی ہوں گی تو افریقہ کا ایک سیاہ فام حبشی دور کھڑا ایک خندۂ استہزاء اور جذباتِ استکراہ کے ساتھ انہیں کہہ رہا ہو گا۔ جب آپ وسط ایشیا کی اقوام کو اپنے لمبوترے کتابی چہرے اور اونچی ستواں ناک پر نازاں دیکھیں گے تو ایک چینی الاصل اسی لمبی ناک کا مذاق اڑاتے ہوئے کہہ رہا ہو گا کہ یہ بھی کوئی ناک ہے ہونٹوں سے ایک ڈیڑھ انچ اوپر اٹھی ہوئی! ناک تو وہ ہوتی ہے جو چپٹی بھی ہو اور ایک نشانِ انگشت کی طرح بالکل ہونٹوں سے چپکی ہوئی ہو۔ اور نتھنے بھی بے تکلف نظر آتے ہوں۔!!

مختلف اقوام و ممالک کے معیاراتِ حسن کو جب آپ باہم دست و گریباں اور متصادم دیکھیں گے تو آپ کی قوتِ فیصلہ مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ اور یوں اگر آپ ملکی و قومی عصبیت سے مغلوب ہو کر اور جنبہ داری اختیار کرتے ہوئے ایشیائی معیارِ حسن پر صاد کر دیں گے تو ایک چینی الاصل کو آپ سے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہو گا کہ آپ نے ۷۵ کروڑ انسانوں کے معیار کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے اور ایک افریقی النسل بھی آپ سے یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہو گا کہ اس کے وسیع و عریض براعظم کی رائے کو آپ کیسے پس پشت ڈال سکتے ہیں۔ یہ کشمکشِ آراء و معیار لازماً آپ کو اسی معیار کی طرف لوٹا دے گی جو خود خالقِ حسن و جمال نے متعین فرمایا ہے۔ یعنی موزونیت تناسب اور ہم آہنگی! فرمایا

اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ

نیز فرمایا

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا

یعنی ہر شے کی تخلیق میں تناسب، توازن اور ہم آہنگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے

پھر بات صرف حسنِ انسانی تک ہی محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی تمام تر تخلیقات میں حسن و جمال موجود ہے۔ سورج کی سنہری کرنوں میں چاند کی روپہلی چاندنی میں۔ پہاڑوں کی بلندیوں میں۔ زمین کی پستیوں میں۔ دریاؤں کی روانی میں۔ سمندروں کی بے کرانی میں۔ دن کے اجالوں میں رات کے اندھیاروں میں۔ بادل کی گرج میں بجلی کی چمک میں۔ آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے ستاروں میں۔ غرضیکہ ایک صاحبِ نظر جس طرف بھی نگاہ اٹھاتا ہے اس کی باذوق نگاہیں مرتفع ہائے حسن و جمال کی دل آویزیوں میں محو ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور نگاہِ حسن شناس فیصلہ کرتی ہے کہ

اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ

یہ سوال اب بھی اپنی جگہ پر قائم ہے کہ کیا قرآن پاک میں بھی انسان کی جمالیاتی حس کو مخاطب کر کے دعوتِ نظارہ دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ جو خود حسن و جمال کا منبع اور مبدء ہے وہ اپنے پاک کلام میں اس ضروری نقش کا ذکر نہ فرماتا۔ اس نے ذکر ہی نہیں فرمایا بلکہ دعوت دی ہے کہ چشمِ بینا کو وا کر کے اپنی جمالیاتی حسیات کو بیدار کر کے ذرا دیکھو تو کہ کائنات کے چپے چپے پر حسن و جمال کے جلوے یوں بکھرے ہیں کہ تم جدھر بھی دیکھو گے وہ جلوے تمہاری نگاہوں میں کھب کر رہ جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (سورہ ق)

اے حسن کے متلاشی انسان! ذرا نگاہوں کو افلاک کی بلندیوں کی طرف موڑ دے۔ اور اس حسنِ تخلیق کو دیکھ! آسمان کی لاانتہا رفعتوں کو بھی ہم نے بے کیف نہیں رہنے دیا۔ افلاک کے اس نیلگوں شامیانے میں ہم نے ستاروں کے جھلمل جھلمل کرتے موتی ٹانک دیئے ہیں۔ افلاک کی یہ تزئین و آرائش تیرے ہی لئے تو روبہ عمل لائی گئی ہے۔ ذرا دیکھ تو سہی اس زینتِ افلاک میں ہم نے ذرا بھی تو نقص نہیں رہنے دیا۔ تو اپنی حالتِ راحت یا عالمِ افسردگی میں اپنی نگاہوں کو ان رفعتوں سے ٹکرا کے دیکھ تجھے ستاروں کی آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی ایک محفل سجی ہوئی نظر آئے گی جو تیری راحت میں فزونی اور تیری دلگیریوں اور افسردگیوں کے ازالہ کا سامان مہیا کرے گی۔ اسی طرح فرمایا

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ

اور فرمایا:

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ﹰالْكَوَاكِبِ

یعنی ہم نے آسمانوں کی غیر محدود رفعتوں کو یونہی نہیں بنایا کہ نگاہِ انسانی ان رفعتوں کی غیر محدودیت سے ٹکرا کر مرعوب اور خوفزدہ ہو کر لوٹے بلکہ ہم نے ان کی عظمتوں کو جاذبِ نظر اور حسین بنانے کے لئے ستاروں کی ٹمٹماتی ہوئی قندیلوں کو روشن کر دیا ہے

افلاک کی رفعتوں سے ہم جب فرشِ زمین پر اترتے ہیں تو حسنِ ارضی میں سے سب سے پہلے ہماری نگاہیں انسانی حسن و جمال کا جائزہ لیتی ہیں۔ وہ انسان جس کی تخلیق کے متعلق خالقِ کائنات نے تحدیثی طور پر فرمایا ہے کہ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

تخلیقِ انسانی میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح حیرت انگیز تناسب و اعتدال پیدا کیا ہے وہ غور کرنے والے اہلِ دل کو واقعی ورطۂ حیرت میں گم کر دیتا ہے۔ اس کی تشکیل و تخلیق میں عناصر ترتیب و تعدیل کو دیکھئے کس طرح ہر شے اپنے اپنے مقام پر اپنی موزونیت کا اعلان کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس دنیا کا بڑے سے بڑا فنکار اگر چاہے کہ اعضائے انسانی کی ترتیب میں ایک سرِ مو بھی رد و بدل کر سکے تو وہ ایسا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

کہتے ہیں کہ کوئی فلسفی جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا منکر تھا اس نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس بات پر غور کرنے میں صرف کر دیا تھا کہ انسان کے چہرے پر جو ناک ہے کیا اسے جسمِ انسانی کے کسی اور حصے پر لگایا جا سکتا ہے جہاں وہ اپنی موجودہ جگہ سے زیادہ مناسب اور حسین معلوم ہو سکے۔ کبھی عالمِ تصور میں اور کبھی کینوس پر خاکے بنا بنا کر بالآخر وہ اسی فیصلہ پر پہنچا کہ خالقِ ازل نے ناک کے لئے جسمِ انسانی پر جو مقام تجویز فرمایا ہے وہی اس کا بہترین مقام ہے۔ اور یوں وہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے پر مجبور ہو گیا اور اس کی فطرت پکار اٹھی کہ

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ

اور پھر ایک فلسفی ہی پر کیا منحصر ہے ہر انسان جو ژرف نگاہی سے کام لے کر جسمِ انسانی کی ترتیب تشکیل اور ہم آہنگی اور موزونیت پر غور کرے گا وہ اپنے لشبری عجز کا اظہار کرتے ہوئے اپنی فطرت کی یہ آواز بلند کرنے پر مجبور ہو گا کہ

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ

یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق اپنے اندر بے مثالی درستگی، استواری اور ترتیب رکھتی ہے۔

پھر حسنِ انسانی کی بھی کوئی انتہا ہے! اس کے ارتقاء کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ یوں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ہر انسان کے اندر ایک حسن ہے۔ اور وہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے حسن کے معیار پر بالکل پورا اترتا ہے۔ لیکن بعض لوگ جو

جو اپنے ذہن میں تصور میں حسن کا ایک خاص معیار قائم کر لیتے ہیں۔ ان کا اپنا قائم کردہ معیارِ حسن بھی ہمیشہ ڈگمگاتا رہتا ہے۔ اور آج اگر ان کی نگاہ میں ایک انسان کے حسن کی دلآویزی پر جمتی ہیں تو اگلے ہی روز وہ ایک بدیعہ حسن و جمال کو دیکھ کر اپنے پہلے معیار پر نظرِ ثانی کر رہا ہوتا ہے۔ معیارِ حسن کی اسی بدلتی ہوئی کیفیت کو حالی نے یوں بیان کیا ہے ؎

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جستجوئے بسیار کے بعد اگر نظر کسی نقطۂ انتہائی پر جا کر رک جاتی ہے تو اسی صانعِ حسن پر جو منبع ہے ہر جمال کا!

اللہ تعالیٰ نے حُسنِ ارضی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسی سورۂ قٓ میں آسمانوں کی زینت کے بیان کے بعد فرماتا ہے

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ

اور ہم نے زمین کو فرش کی طرح بچھا کر اس میں پہاڑ بنا دیئے ہیں۔ اور ہم نے زمین میں ہر قسم کے خوبصورت جوڑے پیدا کر دیئے ہیں جو دلوں کو ایک سرور اور بہجت بخشتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ان حسین ارضی تخلیقات کا نظارہ کرنے نکلئے تو خطۂ ارضی کا ہر ہر مقام آپ کا دامن تھام کر کھڑا ہو جائے گا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ؎

ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

آپ جب کسی گلستان یا مرغزار کو دیکھتے ہیں تو کیا اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ زمین کی ہر روئیدگی میں ایک جلوۂ حسن موجود ہوتا ہے۔ ہر پھول کی ساخت اس کا رنگ، اس کی خوشبو قلب و نظر کو ایک روحی بہجت و انبساط بخشتی ہے۔ اور انسان ایک وقت کے لئے اپنے ہر قسم کے دکھ اور تالم کو فراموش کر کے آفرینندۂ حسن کے روبرو سرِ عجز و نیاز جھکا دیتا ہے۔ رنگ و بو کے امتزاج کا یہ طلسم کارخانۂ قدرت کے عجیب سرور بخش مظاہر میں سے ہے۔

حسن ارضی کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں اور سبزہ زاروں کے جمال کا ہی ذکر نہیں فرمایا بلکہ پالتو مویشیوں اور جنگلی چوپایوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ

اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے چوپائے پیدا کئے ان میں تمہارے لئے (اون اور کھال کی صورت میں) گرم کرنے والی پوشش ہے۔ اور ان میں طرح طرح کے فوائد ہیں۔ بعض جانوروں کا گوشت بھی تم کھاتے ہو۔ ان کے اندر تمہارے لئے ایک حسن کا سامان بھی ہے جب تم شام کے وقت انہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو میدانوں میں چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہو

ایک شہری باشندہ جسے کبھی اس خالص دیہاتی ماحول کی کیفیت سے کبھی سابقہ نہ رہا ہو وہ ممکن ہے چوپایوں کے اس حسن کے بیان سے متاثر نہ ہو۔ لیکن یہ اس کے اپنے مطالعہ کی کمی ہے جو قرآنِ پاک کے بیان کردہ اس منظر کی اثر انگیزی کو زائل نہیں کر سکتی۔ آپ اس کی قدر و قیمت ان کروڑوں کسانوں سے دریافت کریں جو ہر شام ان مناظر سے لطف اندوز اور شاداں و فرحاں ہوتے ہیں۔ ان کے سرور و بہجت کی ایک نمایاں چمک ان کی آنکھوں میں اور ایک واضح جھلک ان کی پیشانیوں میں دیکھی جا سکتی ہے

حقیقت یہی ہے کہ دنیا کے ذرّے ذرّے میں حسن کی ایک جھلک موجود ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چوپایوں ہی کے حسن کے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان کو سواری کے لئے استعمال کر سکو۔ اور ان میں تمہارے لئے خوشنمائی اور زینت بھی ہے

غرض اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے ذرے ذرے کو حسن و خوبی سے مزین کیا ہے اور قرآنِ پاک کے متعدد مقامات پر ان اشیاء کے حسن کو جانچنے پرکھنے اور ان کے جمال کے مشاہدہ کی دعوت دی ہے۔ ایک وسیع تر عالمِ رنگ و بو پیدا فرما کر اس کے اندر انواع و اقسام کی حسن کاری کے ذریعہ دلکشی اور جاذبیت پیدا کی ہے۔ حسن و جمال کے اس طلسم کدہ میں کہیں ہمارے متناسب و مربوط اعضاء و نقوش کے اندر حسنِ ظاہری کے ذریعہ سے ایسی مقناطیسیت پیدا کی ہے کہ انسان اس کے نظارہ سے دل تھام کر رہ جاتا ہے۔ اور دور رس نگاہیں تو اس حسنِ ظاہری کے پردے کو ہٹا کر خالقِ حسن کے موئے قلم کو بوسہ عقیدت دیتے ہوئے کہہ اٹھتی ہیں کہ

ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

پھر کہیں حسنِ صوری کے علاوہ حسنِ صوتی اپنا جلوہ دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور سامعہ نوازی کے ذریعہ سے قلوب میں ایک سرور پیدا کرتا ہے کہیں کلیوں، غنچوں اور پھولوں کی خوش شکلی اور ان کی کیف آور خوشبو سے انسان کے لئے نشاط انگیزی کے سامان پیدا کر دیئے گئے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری تخلیقات میں حسنِ بے پایاں کی تمزیج کے ساتھ ساتھ انسان کو یہاں تک ہدایت فرمائی ہے کہ

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

تم اپنی گفتار کے اندر بھی ایک حسن پیدا کرو تاکہ تمہارا مخاطب تمہاری بات کا اثر قبول کر سکے۔ اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو تبلیغ اور ہدایت کے کام پر مامور کئے گئے ہوں ہدایت فرمائی ہے کہ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ

یعنی تم اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ تو تمہاری اس دعوت میں حکمت اور موعظتِ حسنہ کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر تمہیں بحث کی ضرورت پیش آجائے تو وہ بھی بہت عمدہ اور حسین طریقے سے کرو۔ یعنی تمہارا بیان موقع و محل کی مناسبت سے بھی اور اس میں جو انداز ہو وہ حسین ہو۔ تاکہ تمہارا مخاطب تمہارے حسنِ کلام سے اثر پا کر اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف گامزن ہو سکے۔

الغرض اللہ تعالیٰ جو خود حسین و جمیل ہے اور حسن و جمال کا سرچشمہ ہے اور اس نے اپنی ساری کائنات کو حسن و جمال بخشا ہے وہ انسان کے عمل و نظر میں حسن پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور قرآن کریم نے جا بجا انسان کو اس طرف متوجہ فرمایا ہے۔

قرآنِ پاک کے محاسن

ہے شکرِ ربِّ عزّ و جل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہوگیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے!
چلنے لگی نسیم عنایات یار سے

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قرآنِ مجید کامل شریعت ہے

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب طاہر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

ابتدائے آفرینش سے لیکر ظہورِ اسلام تک جس قدر بھی پیغمبر اور مصلح دنیا میں آتے رہے وہ ایک خاص قوم اور خاص وقت کے لئے آئے اس لئے ان کو جو شریعت ملتی رہی لازماً وہ بھی خاص قوم اور خاص وقت تک ہی محدود رہی مگر جیسے جیسے انسان اپنی ارتقائی منزلوں کو طے کرتا چلا گیا اور اس کے حالات بدلتے گئے ویسے ویسے شریعت اور اس کے احکام بھی بدلتے گئے ۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جبکہ انسانی ترقی اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی ۔ ایسے وقت میں انسان کی روحانی حالت ایک کامل شریعت کی مقتضی تھی ۔ پس خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں ایک ایسے انسان پر شریعت کو نازل فرمایا جو ہر رنگ میں کامل اور اکمل تھا اور جو شریعت اسے دی گئی وہ بھی ہر رنگ میں کامل تھی ۔ ہزار ہزار شکر ہے اللہ جلشانہ کا کہ جس نے قرآن مجید جیسی کامل شریعت انسان کو عطا فرمائی ۔

قرآن کریم خوبصورت اور جامع تعلیمات کا ایک گلدستہ ہے کہ جس میں ہر قسم کے خوشنما پھول مل سکتے ہیں ۔ یہ فتح و ظفر کی کلید ہے اور علوم روحانی کا خزانہ ہے ۔ یہ آئینۂ حق نما ہے اس کا حرف حرف اپنے اندر ایک اعجاز رکھتا ہے ۔ اس کے اندر ایک برقی طاقت ہے جو ایک دم خرمنِ شہوات کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے یہ ایک شیریں چشمہ ہے جو پیاسوں کی پیاس کو بجھاتا ہے ۔ بے قراروں کے لئے باعثِ تسکین ہے ۔ کمزوروں کا سہارا ہے ۔ یہ ایک نور ہے جو دلوں کی تاریکیوں کو منور کر دیتا ہے ۔ یہ انوار و برکات کا ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کے کمالات لامتناہی ہیں ۔ ہمارا نہیں بلکہ خود قرآن کریم کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ کامل جامع اور آخری شریعت ہے ۔ آیئے کہ مندرجہ ذیل معیاروں کی کسوٹی پر ہم اس کے اس دعوےٰ کو پرکھیں اور اس کے دعوےٰ کی صداقت معلوم کریں ۔

معیارِ اوّل

کسی کتاب کے کامل اور مکمل ہونے کا سب سے پہلا معیار یہ ہے کہ اس کتاب میں اس کے کامل ہونے کا دعوےٰ مع دلیل موجود ہو ۔ چنانچہ قرآن حکیم کے متعلق ارشادِ ربانی ان الفاظ میں موجود ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (مائدہ ع ۱)

ترجمہ :- آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا اور دینِ اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا ہے ۔

اب دعوےٰ مذکور کے ثبوت میں جب تک دلائل و براہین نہ ہوں تب تک دعوےٰ محض لاشے ہے ۔ ہر شے کا وجود عللِ اربعہ کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے اس لئے ایک کامل کتاب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عللِ اربعہ بھی کامل ہوں ۔ لہٰذا خدا تعالیٰ قرآنِ مجید کے اپنے دعوےٰ کمال کے ثبوت میں اس کے عللِ اربعہ کی کاملیت کو نہایت ہی لطیف رنگ میں یوں بیان فرماتا ہے کہ اَلٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

اوّل علتِ فاعلی کی عظمت اور بزرگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اَلٓمّٓ میں اللہ ہوں جو سب سے زیادہ جانتا ہوں یعنی ہر کمال کا سرچشمہ میں ہوں ۔ پھر اس کے بعد قرآنِ مجید کی علتِ مادی کی عظمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یعنی یہ ایک ایسی عظیم اور عالی مرتبت کتاب ہے کہ اس کی علتِ مادی علمِ الٰہی ہے جو اپنی ذات میں بے مثل ہے ۔ اس کے بعد علتِ صوری کا ذکر فرمایا کہ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی قرآنِ کریم کی بناء ایسے کامل حقائق و معارف پر ہے کہ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ۔ عللِ ثلاثہ کی عظمت اور تعیین کے بعد علتِ رابعہ یعنی علتِ غائی کا اظہار هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے فرمایا کہ یہ کتاب صرف ان جواہر قابلہ کی ہدایت کیلئے نازل کی گئی ہے جو باطنی پاکیزگی اور عقلِ سلیم کی وجہ سے درجۂ ایمان اور کامل تقوےٰ پر پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے

معیارِ دوم

وہ کتاب جو کامل کتاب ہو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جمیع کائنات کے لئے رہنما ہو ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۔ تو لوگوں کو کہہ دے کہ میں تم سب کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں ۔ اور پھر فرمایا وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی میں نے تجھے جمیع کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ اور پھر فرمایا لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا یعنی ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تا تمام دنیا کو ڈرائے

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے دیگر الہامی کتب کی طرح اپنی رسالت کو مخصوص قوم یا وقت تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ تمام دنیا کی رہنمائی کی مدعی ہے اور اس کا فیضان خواہ عربی ہو یا عجمی ہر ایک کے لئے یکساں ہے ۔

معیارِ سوم

ایک کامل کتاب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جامع اور کل ضروریاتِ مذہبی پر حاوی ہو ۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

" ہر چند میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں ۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یعنی ہم نے تیرے پر وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے ۔ اور پھر فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ یعنی ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں رکھی "

(الحق مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۸۰)

نیز اپنے منظوم کلام میں فرمایا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

معیارِ چہارم

ایک معیار یہ ہے کہ کامل کتاب کی حفاظت خداوند عالم کی طرف سے ہو اور وہ ہر قسم کی لفظی و معنوی تحریف و تبدیل سے محفوظ رہے چنانچہ قرآنِ کریم کی حفاظت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ یعنی ہم نے ہی یہ قرآن کریم نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی لفظی حفاظت حفاظِ قرآن کریم کے ذریعہ اور معنوی حفاظت کا ہر صدی کے سر پر سلسلہ مجددین کے اجراء کے ساتھ انتظام فرمایا ۔

معیارِ پنجم

جو کتاب کامل ہونے کی مدعی ہو اس کا ہر پہلو سے اعجازی ہونا بھی ضروری ہے جس طرح خدا تعالیٰ کے مثل کی کوئی مثل نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح اس کے کلام کی بھی مثل ناممکن ہے ۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی نعمت تمام اقوام کو یہ چیلنج ہے کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۔ اگر تمہیں اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے شک ہے تو اس کی چھوٹی سی سورت ہی کی مثل کوئی سورۃ بنا کر لے آؤ ۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ آج تک کوئی انفرادی یا اجتماعی طاقت قرآن مجید کی مثل لانے کی جرأت نہ کر سکی اور پھر ایک بار اس کامل کتاب کے کمال کا ثبوت اس چیلنج سے ہوا کہ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ؟

کیا ہی خوب فرمایا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

یہ چند معیار تو اس بحرِ ناپیدا کنار کے چند قطرے ہیں جو عقلاً ایک کامل کتاب کے دعوےٰ کمال کو پرکھنے کے لئے ضروری ہیں ۔ اور جن سے قرآنِ مجید کے کامل ہونے کا ثبوت ملتا ہے ورنہ قرآن مجید اپنے کمال میں ہزاروں ثبوت رکھتا ہے اور جن کا بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس شریعت کاملہ کے اسرار و رموز پر غور کرنے اور ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے

— آمین —

" قرآنِ کریم "

" جو کتاب [illegible] جس سے بڑھ کر ہدایت نامہ ہو کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے "

(فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ازالہ اوہام جلد اوّل صفحہ [illegible])

قرآن مجید میں پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایات

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

...ت اول آج سے چودہ سو سال قبل
ب میں ایک عجیب حیرت انگیز انقلاب رونما
اکر پشتوں کے بگڑے تھوڑے ہی عرصہ میں
معر گئے بلکہ یوں سمجھئے کہ مُردے زندہ ہوگئے
ی زندگی گزارنے والے زمینی کیڑے سے تھے
کو پہلے شربت کافور پلایا گیا۔ ان کی سفلی
گی کو ختم کر دیا گیا پھر شربت زنجبیل پلا کر انہیں
ے پنکھ عطا کئے گئے کہ وہ آسمان کی بلندیوں
پرواز کرنے لگے سچ تو یہ ہے کہ ایک نئی
ین معرضِ وجود میں آئی اور ایک نیا آسمان
رہوا۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ یہ عظیم الشان
نقلاب کیسے ظہور پذیر ہوا۔ آخر کس چیز نے
نگدلوں کو حسّاس اور گنواروں کو مہذب بنا دیا
شبہ وہ قرآن کریم کی پُر اثر تعلیم ہی تھی۔
نے ان کی فطرت کو جھنجھوڑا اور قُم باذنی
کر مُردوں کو جلایا۔ قرآن کریم اوّل سے
تک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایات سے
ہے۔ اس میں ایسے سہل الحصول اور
بہدف نسخے موجود ہیں جو روحانی امراض کے
تریاق کی تاثیر رکھتے ہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں
جنہوں نے ان کو استعمال کیا اور شفا پائی ہے

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
(حضرت مسیح موعودؑ)

...ات کی تقسیم قرآن کریم میں پاکیزہ زندگی بسر کرنے کیلئے
...سم کی ہدایات دی گئی۔ اول وہ ہدایات
جن کے ذریعہ انسان بدی کو چھوڑنے پر قادر
ناست اور دوم وہ ہدایات ہیں جن سے
ان نیکی حاصل کرتا ہے۔ گویا ترکِ شر اور
سالِ خیر، یہ دو موضوع ہیں جن کے متعلق
ان کریم نے واضح ہدایات دی ہیں۔ پھر ان
ون اقسام کی آگے دو دو اقسام ہیں۔ ایک
و ان کی اپنی ذات سے متعلق ہیں مثلاً
روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ از قبیلِ عبادات۔
حرمت شراب و خنزیر و اکلِ السحت وغیرہ
قسم اعمال۔ دوسرے وہ جو دوسروں کے
متعلق ہیں اور ان میں سے بعض اخلاقِ
سیئہ ہیں اور بعض اخلاقِ حسنہ۔

اخلاقِ سیئہ میں بدگمانی، عیب لگانا تحقیر و تمسخر، لوگوں کو بُرے
ناموں سے یاد کرنا، بخل، فضول خرچی، حسد
غیبت جھوٹ، خیانت تکبر وغیرہ شامل ہیں اور

اخلاقِ حسنہ میں عفت، پاکدامنی، عفو و درگزر، عدل و احسان، امانت
ایفائے عہد، صبر، تواضع، ایثار، تعاون باہمی
بشاشت، صلہ رحمی وغیرہ شامل ہیں
اب ان دونوں قسم کے اخلاق کے بارہ
میں قرآنِ کریم کی ہدایات کا مختصر خاکہ قارئین
کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

بدظنّی سے پرہیز اخلاقِ سیئہ پر جب غور کیا جائے تو معلوم
ہوگا کہ بیشتر برائیاں بدظنی سے پیدا ہوتی
ہیں۔ بدظنی ہی سے دو دوستوں میں کدورت پیدا
ہو جاتی ہے۔ محض شکوک و شبہات کی بناء پر
دو خاندانوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے
بیشتر بدظنی کے تین موجبات ہو سکتے ہیں
کان، آنکھ اور دل۔ بعض دفعہ انسان سنی سنائی
باتوں سے دوسروں کے متعلق بدظنی کرنے لگتا
ہے۔ بعض دفعہ دو آدمیوں کو باتیں کرتا دیکھ
کر ہی بدظنی کرنے لگتا ہے کہ میرے ہی متعلق
باتیں کر رہے ہیں اور بعض دفعہ بغیر سنے
بغیر دیکھے ہی اپنے دل میں شکوک و شبہات
کی عمارت کھڑی کر لیتا ہے۔ قرآنِ کریم نے
ہر سہ موجبات سے آگاہ کرتے ہوئے خبردار فرمایا
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ اِنَّ السَّمْعَ
وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ
مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل ع ۴) ترجمہ:- اور اے
مخاطب! جس بات کا تجھے علم نہ ہو اس کی
اتباع نہ کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل
ان سب کے متعلق تجھ سے پوچھا جائیگا۔
ایک اور جگہ فرمایا:- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ اِنَّ
بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات ع ۲)
ترجمہ:- اے ایمان والو! بہت سے
گمانوں سے بچتے رہا کرو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ
بن جاتے ہیں۔

احتقار و استہزاء سے امتناع دوسروں کو حقارت کی
نگاہ سے دیکھنا اور ان کا مذاق اڑانا بہت
ہی بُرا اور مذموم فعل ہے۔ اس سے محبت
ہمدردی اور غمگساری کے جذبات کا قلع قمع
ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک اور برائی
جنم لیتی ہے۔ جسے تکبر اور نخوت کے نام سے
موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے سختی
کے ساتھ اس مذموم حرکت سے روکا ہے۔ فرمایا
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ
قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا
نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا
مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا
بِالْاَلْقَابِ (حجرات ع ۲)
ترجمہ:- اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے
اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے۔ ممکن
ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو۔ اور نہ (کسی قوم
کی) عورتیں دوسری (قوم کی) عورتوں کو حقیر
سمجھ کر ان سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے
کہ وہ عورتیں ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ تم ایک
دوسرے پر طعن کیا کرو اور نہ ایک دوسرے
کو بُرے ناموں سے یاد کیا کرو۔
چونکہ حقارت کا ایک طریق یہ بھی ہوتا ہے
کہ دوسروں کو بُرے ناموں سے پکارا جاتا ہے
تاکہ مجالس میں ان کو حقیر کیا جائے اور ان
کی ہتک کی جائے اس لئے قرآنِ کریم نے اس
طریق کو بھی سخت ناپسند فرمایا ہے۔

جھوٹ کی شناعت جھوٹ بھی بیشتر بلکہ تمام برائیوں کی جڑ ہے
حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
عرض کیا یا رسول اللہ! میں بہت سی برائیوں
میں مبتلا ہوں ان سے کس طرح نجات پا سکتا
ہوں۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔
وہ خوشی خوشی واپس لوٹ گیا کہ اتنے امراض
اور اتنا آسان علاج۔ پھر پینا نہ جانے کا
ارادہ کیا لیکن اسے خیال آیا کہ لوگ پوچھیں گے
تونے شراب پی ہے؟ جھوٹ تو میں کہہ نہیں سکتا
کیونکہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ
کر چکا ہوں اور اگر سچ بولوں تو شرمندگی اٹھانی
پڑے گی۔ اور سزا علیحدہ ــــ اسی طرح
ایک ایک کر کے وہ تمام برائیوں سے پاک ہوگیا
قرآنِ کریم نے بھی جھوٹ کی مذمت بیان
فرمائی ہے اور اس سے مومنوں کو روکا ہے چنانچہ
فرمایا:-
فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ
اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (حج ع ۴)
ترجمہ:- پس تم بت پرستی کے شرک سے
بچو۔ اور جھوٹ بولنے سے بچو۔
اسی طرح عباد اللہ کی یہ صفت بیان کی
گئی ہے:-
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ
(الفرقان ع ۶)
ترجمہ:- اور وہ لوگ بھی (اللہ کے بندے
ہیں) جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے

خیانت کی مذمّت خیانت صرف اسی کا نام نہیں کہ کسی نے کچھ مال امانتاً
رکھا ہو تو اس کو ادا نہ کیا جائے۔ یا کم ادا کیا
جائے۔ بلکہ حقدار کو پورا حق نہ دینا بھی خیانت
ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:-
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا
(النساء ع ۱۶)
ترجمہ:- جو لوگ خیانت میں بڑھے ہوئے
اور بہت گنہگار ہیں۔ اللہ انہیں پسند نہیں کرتا
بلکہ یہاں تک فرمایا:-
وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (نساء ع ۱۶)
ترجمہ:- اے مخاطب! تو خیانت کرنے والوں
کی طرف سے جھگڑا کرنے والا نہ بن۔

عفّت و پاکدامنی خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے:-
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ...
... الآیہ (نور ع ۴)
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَآءَ سَبِيْلًا
ترجمہ:- (اے رسولؐ) تو مومنوں سے کہہ
دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں
کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی کا
موجب ہوگا ــــ اور تم زنا کے قریب مت
جاؤ۔ یقیناً یہ ایک بے حیائی کا کام اور بُرا طریق ہے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-
"ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے احصان
یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے
صرف اعلےٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ
انسانوں کو پاک دامن رہنے کے لئے
پانچ علاج بھی بتا دیے ہیں (۱) اپنی
آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے
بچانا (۲) کانوں کو نامحرموں کی آواز
سننے سے بچانا (۳) نامحرموں کے
قصے نہ سننا (۴) اور ایسی تمام
تقریبوں سے جن میں اس فعلِ قبیح
کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا (۵)
اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ"

ایفاء عہد زندگی کی دوڑ میں عہد و پیمان کے بے شمار مواقع آتے
ہیں۔ دو دوستوں کے درمیان، دو خاندانوں
کے مابین، دو شہروں یا دو ملکوں کے درمیان
بھی معاہدے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض بین الاقوامی
معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن عہود کے ساتھ
ایفاء ویسا ہی ضروری اور لازمی ہے جیسے ہاتھ
کے لئے انگلیاں۔ اگر کسی عہد کے ساتھ ایفا نہیں

نہ وعدہ کذب بلکہ کذب سے بھی اشد جنایت رکھتا ہے۔ دنیا میں بسا اوقات اس قسم کے جھوٹے وعدے محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ مگر اسلام نے اس طریق سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے بلکہ ایفاء عہد کی نہایت درجہ تاکید کی ہے چنانچہ فرمایا

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۴)

اور اپنے عہدوں کو پورا کیا کرو کیونکہ ہر عہد کی نسبت یقیناً (ایک نہ ایک دن) جواب طلبی ہوگی۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایفاء عہد کا اس قدر شاندار نمونہ دکھایا ہے کہ دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ غیر مسلموں سے آپؐ کے بہت معاہدات ہوئے لیکن ایک بھی تو مثال ایسی نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ آپؐ نے کسی جہت سے عہد شکنی کی ہو۔ قرآن کریم نے تو مومنوں کی یہ نشان بتائی ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (مومنون ع ۱)

اور وہ لوگ (یعنی کامل مومن) اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال رکھتے ہیں

عفو و درگزر غضب و انتقام کا جذبہ بھی انسان کے اندر کارفرما ہے اور اس کے غلط استعمال سے برے نتائج نکلتے ہیں۔ اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے بڑے ہی لطیف انداز میں آتشِ غضب کو سرد کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ مومنوں کی صفاتِ حسنہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ:- اور (مومن) غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے خاص طور پر تعریف کے حقدار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس طور کی اعلیٰ درجہ کی نیکی بجا لانے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت حسنؓ کا واقعہ اس آیت کی مکمل تفسیر اور شاندار نمونہ پیش کرتا ہے۔ آپؓ کا ایک غلام پیالے میں پینے کی کوئی چیز لئے آرہا تھا کہ ٹھوکر لگی اور پیالہ گر گیا۔ جس سے آپ کے کپڑے خراب ہوگئے۔ غلام نے آپ کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھے تو برجستہ منہ سے نکلا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ قرآنی الفاظ کا کان میں پڑنا تھا کہ حضرت حسنؓ نے کہا كَظَمْتُ الْغَيْظَ یعنی میں نے غصہ پی لیا۔ اس پر غلام نے آیت کا اگلا حصہ پڑھا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ آپؓ نے فرمایا عَفَوْتُ عَنْكَ یعنی میں نے تجھے معاف کر دیا۔ تب غلام نے آیت کا آخری حصہ پڑھا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ سبحان اللہ! حضرت حسنؓ کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ کجا یہ کہ آپؓ غلام کی حرکت پر سخت خفا ہو رہے ہیں کجا قرآنی الفاظ کی یہ تاثیر کہ قصوروار کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

حرفِ آخر یہ ہے قرآنی ہدایات کی ایک معمولی سی جھلک ورنہ قرآن کریم کی ہر ہر آیت انسان کو کامل عبد اور مہذب پاکیزہ زندگی بسر کرنے والا انسان بنانے کی ذمہ دار ہے اور بعثت اولیٰ میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی پاکیزہ زندگی اور بعثت ثانیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تربیت یافتہ ہزاروں لاکھوں ایسی پاکیزہ زندگی بسر کرنے والے انسان آپ کو نظر آجائیں گے جو اس دعوے کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ درحقیقت یہ قرآن پاک کی انقلاب روحانی پیدا کرنے والی تعلیمات کا اعجاز ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو روحانیت کے بلند معیار پر پہنچا دیتی ہیں اور انہیں خدا نما بنا دیتی ہیں

خدا تعالیٰ ہمیں قرآنی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر کما حقہٗ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

قرآنِ حکیم کے فضائل اور امتیازات

بقیہ از صفحہ ۱۹

یہ عظیم الشان بشارت سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شاندار فتوحات اور آپؐ کے ذریعہ برپا ہونے والے روحانی انقلاب کی آئینہ دار ہے۔ اس بشارت میں بتایا گیا ہے کہ یہ انقلاب ایک غیبی آواز کے نتیجہ میں پیدا ہوگا۔ کوئی پکارنے والا کہے گا "قرأ" زور سے پکار یا منادی کر جواب میں مورد وحی کہتا ہے "اقرأ" کیا پڑھوں یا کیا اعلان کروں؟ میں کیا منادی کروں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی میں اسی قسم کا تجربہ ہوا۔ تاریخ ابن ہشام جو کہ آج سے بارہ سو سال پہلے لکھی گئی اس میں لکھا ہے:-

"رمضان کا مہینہ تھا کہ حضور ربیع اپنی عادت کے غار حرا میں تشریف لے گئے جیسے کہ ہمیشہ تشریف لے جاتے تھے یہاں تک کہ جب وہ رات آئی جس میں آپؐ رسول ہوئے تو آپؐ فرماتے ہیں کہ میں سوتا تھا جو میرے پاس جبرئیل آئے اور دیباج کے کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب انکے پاس تھی۔ مجھ سے کہا اقرأ تو میں نے کہا ما اقرأ۔ جبرئیل نے مجھ کو بھینچا یہاں تک کہ میں سمجھا کہ دم نکل جائیگا۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا کیا پڑھوں۔ اور میں اسلئے کہتا تھا کہ پھر یہ میرے ساتھ وہی کریں جو پہلی بار کیا ہے تب انہوں نے کہا پڑھ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو پڑھا اور جبرئیل میرے پاس سے چلے گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ پس گویا یہ آیت میرے دل پر نقش ہو گئی تھی۔ فرماتے ہیں میں نیند سے اٹھ کر چلا یہاں تک کہ جب بیچ پہاڑ کے پہنچا تو آسمان سے میں نے ایک آواز آئی کہ اے محمد تم خدا کے رسول ہو میں جبرئیل ہوں۔ فرماتے ہیں میں نے اوپر سر کیا تو دیکھا کہ جبرئیل ایک انسان کی صورت میں آسمان و زمین کے درمیان معلق ٹھہرے ہیں اور مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ آپ خدا کے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔ فرماتے ہیں جب میں اپنی نگاہ ادھر ادھر پھیرتا تھا ان کو اپنے پیش نظر دیکھتا تھا اور اسی حالت میں کھڑا تھا نہ آگے بڑھتا تھا نہ پیچھے ہٹتا تھا یہاں تک کہ خدیجہ نے میری تلاش میں آدمی بھیجے... آخر جبرئیل میرے سامنے سے چلے گئے اور میں خدیجہ کے پاس آیا۔" (اردو ترجمہ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

عبید بن عمیر صحابی رسول نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے یہ واقعہ بیان کیا اور قدیم ترین سیرت کی کتاب میں محفوظ ہوگیا اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ یسعیاہ نبی کو نزول وحی کا یہ نظارہ دکھایا گیا بیابان عرب میں پکارنے والے (جبرئیل) کی آواز کو اس نے سنا اقرأ اور اقرأ کے کلمات عبرانی میں بیان کئے۔ تاریخ ابن ہشام میں یہی واقعہ درج ہے کتنی مشابہت ہے۔ ہم اسال پہلے کی بشارت اور بشارت ... ہم سال جس کے متعلق ہیں۔

الغرض قرآن حکیم ایک بے مثال اور لاثانی کتاب ہے۔ ایک عاشق قرآن نے کس والہانہ انداز میں اپنی کیفیت قلب کا اظہار کیا ہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائینگی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کیلئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی فرقان کے بھی یہی معنی ہیں یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اسلئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب الٰہی کو پڑھو بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کر دیں۔ بڑے تاسف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے

REGD. No. P. 67 PHONE NO. 35

The Weekly Badr Qadian

THE HOLY QURAN NUMBER

یورپ کی بین الاقوامی زبان "اسپرانٹو" میں

نامور اطالوی نو مسلم احمدی ڈاکٹر کیوسی کے ترجمہ قرآن کی بے پناہ مقبولیت

چند ماہ میں ترجمہ کے تمام نسخے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ ترجمہ دوسری بار شائع کیا جا رہا ہے

اس اہم علمی خدمت کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو اکیڈمی آف اسپرانٹو کا رکن منتخب کر لیا گیا

اطالوی نو مسلم احمدی جناب ڈاکٹر کیوسی جن کا اسلامی نام محمد عبدالہادی ہے یورپ کے وہ نامور فاضل محقق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یورپ کی بین الاقوامی زبان "اسپرانٹو" میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی غیر معمولی سعادت ملی ہے۔ قرآن مجید کا یہ ترجمہ یورپ کی ایک مشہور پبلشنگ کمپنی نے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا تھا۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ ترجمہ بفضل اللہ تعالیٰ اس قدر مقبول ہوا کہ اشاعت کے بعد چند مہینوں کے اندر اندر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ اور اب بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر اس کا نقش ثانی شائع کیا جا رہا ہے۔ یورپ کے علمی حلقوں میں اسے ۱۹۶۹ء کی مقبول ترین کتاب قرار دیا گیا ہے۔ جناب ڈاکٹر کیوسی نے حال ہی میں اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں "اسپرانٹو موومنٹ ان دی ورلڈ" کے سرکاری رسالہ جو "اسپرانٹو" کے نام سے شائع ہوتا ہے کے ایک نوٹ کا انگریزی ترجمہ ارسال کیا ہے۔ اس نوٹ میں ترجمہ مذکور کی ہاتھوں ہاتھ فروخت کا ذکر کر کے اسے ۱۹۶۹ء کی نہایت درجہ مقبول کتاب قرار دیا گیا ہے۔ ہم اس نوٹ کا اردو ترجمہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ رسالہ مذکور "۱۹۶۹ء کی مقبول ترین کتاب" کے زیر عنوان رقمطراز ہے:۔

"La Nobla Korano نامی کتاب (یعنی قرآن مجید) جسے ڈاکٹر اطالو کیوسی نے براہ راست قرآن کے عربی متن سے ترجمہ کیا ہے یونیورسل اسپرانٹو ایسوسی ایشن کے جاری کردہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۶۹ء کی کامیاب ترین کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔ یہ اعداد و شمار فروخت ہونے والی کتب کی تعداد سے متعلق یونیورسل اسپرانٹو ایسوسی ایشن کی بک سروس کی طرف سے فراہم کردہ اطلاع پر مبنی ہیں۔ بک سروس مذکور کے جاری کردہ اعداد و شمار ہی اس بین الاقوامی زبان کی بک مارکیٹ کے متعلق سب سے زیادہ قابل اعتماد پیمانہ متصور ہوتے ہیں۔

پبلشنگ کمپنی "ٹی کے" کی شائع کردہ یہ پہلی کتاب جس طرح ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئی ہے اس سے سلسلۂ کتب بعنوان "مشرق و مغرب" کے اعلیٰ معیار کی نشان دہی ہوتی ہے۔ یاد رہے اسپرانٹو زبان میں قرآن مجید کا یہ ترجمہ صرف چند مہینوں کے اندر اندر سارے کا سارا فروخت ہو گیا تھا اور اب دوسری بار شائع کیا جا رہا ہے۔"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں جناب ڈاکٹر کیوسی نے ۲۱ر مارچ کا تحریرہ جو خط ارسال کیا ہے اس میں ایک اور خوشکن اطلاع بھی درج ہے اور وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو "اکیڈمی آف اسپرانٹو" کا رکن منتخب کر لیا گیا ہے اور آپ اکیڈمی مذکور کے پہلے مسلمان رکن ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے:۔

"کل ہی اکیڈمی آف اسپرانٹو کے صدر صاحب کی طرف سے مجھے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اکیڈمی مذکور کے اجلاس منعقدہ ۱۴ر مارچ میں مجھے اکیڈمی کا رکن منتخب کیا گیا ہے ۴۰ میں سے ۳۴ ممبران نے خاکسار کو ممبر منتخب کئے جانے کے حق میں رائے دی۔ اس بین الاقوامی زبان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی مسلمان کو اس اکیڈمی کا رکن منتخب کیا گیا ہے

میرے پیارے آقا! میں آپ کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ دعا کریں کہ مجھے خدمت اسلام کی مزید توفیق ملے تاکہ میں اپنے قادر و توانا خدا کی تائید و نصرت کے نتیجہ میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے اشاعت و تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں مقدور بھر حصہ لے سکوں"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور آپ کو اپنی جناب سے بہترین جزا دے۔ نیز آپ کو ہمیشہ ہی خدمت اسلام کی بیش از بیش توفیق اور اپنے غیر معمولی افضال و انعامات سے نوازتا رہے۔

آمین اللّٰھم آمین